مجالسِ کلیمی

مصنف:

محمد کامگار خان حسینی

تصحیحِ متن، مقدمہ مع حواشی:

عبدالعزیز ساحر

مجالسِ کلیمی

مصنف:

خواجہ محمد کامگار خان حسینی

تصحیحِ متن، مقدمہ وحواشی:

عبدالعزیز ساحر

ادارہ فروغِ معارفِ نظامیہ

ضابطہ:

کتاب: مجالسِ کلیمی

مصنف: خواجہ محمد کامگار خان حسینی

مرتب: عبدالعزیز ساحر

سنہٴ اشاعت: بارِ اول ۲۰۱۶ء/ ۱۴۳۷ھ

صفحات: ۸۰

قیمت: ۱۵۰/روپے

ناشر: ادارہ فروغِ معارف نظامیہ، اسلام آباد/ ترگ شریف (میانوالی)

اپنے

پیرومرشد

شاہ عبدالحق گیلانی گولڑہ شریف

کی

نذر

اگر میں ہوں تو تری چشمِ اعتبار میں ہوں
وگرنہ کون ہوں میں اور کس شمار میں ہوں

مرقع

مقدمہ

[۱]

مجالسِ کلیمی شاہ کلیم اللہ جہاں آبادی (م۱۱۴۲ھ/۱۷۲۹ء) کے ملفوظاتِ گرامی کا نہایت ہی نادر اور عمدہ مرقع ہے۔ یہ گراں قدر مجموعۂ عرفان و معرفت چودہ مجالس کی روداد پر مشتمل ہے۔ اِس کے مرتب اور جامع مولانا نظام الدین اورنگ آبادی (م۱۱۴۲ھ) کے مرید اور خلیفہ خواجہ محمد کامگار خاں حسینی ہیں۔ اِس مجموعے کی ترتیب وتہذیب ۱۱۳۱ھ میں عمل میں آئی۔ خواجہ کامگار حسینی شاہی لشکر سے وابستہ تھے۔ ۳۔ محرم ۱۱۳۱ھ میں وہ امیر الامرا سید حسین علی خاں کے ہمراہ بلدۂ فجستہ بنیاد اورنگ آباد سے براستہ دار السرور برہان پور، دہلی کی جانب عازمِ سفر ہوئے۔ تقریباً دو ماہ میں اُن کا قافلہ دہلی پہنچا۔ ۲۷۔ ربیع الاوّل ۱۱۳۱ھ کو پہلی بار وہ شاہ کلیم اللہ جہاں آبادی کی بارگاہِ عرش مقام میں ناصیہ فرسا ہوئے اور ۸۔ جمادی الثانی ۱۱۳۱ھ کو وہ آخری بار مجلس میں شریک ہوئے اور مجلس کے اختتام کے معاً بعد اورنگ آباد کی جانب مراجعت فرمائی۔ وہ دہلی میں تہتر (یا رویتِ ہلال کے مطابق اکہتر یا بہتر) دن مقیم رہے۔ اِن ایام میں اُنھیں چودہ بار مجالسِ کلیمی میں ناصیہ فرسائی کی سعادت میسر آئی۔ اُنھوں نے اپنے دادا مرشد کی گفتگوئے دلنواز کو دل کے کانوں سے سُنا اور محبت کی زبان میں اِس کی ترقیم کی۔ مرتب کے بھائی خواجہ محمد نور الدین (م۱۱۳۱ھ) بھی بارگاہِ کلیمی میں اپنی جبینِ نیاز جھکانے کے آرزومند تھے، لیکن خرابیِ صحت کی بنا پر اُنھیں مولانا نظام الدین اورنگ آبادی نے سفر کی اجازت نہ دی اور یوں وہ اپنے پیرو مرشد کی بارگاہِ فلک آثار میں حاضر رہے۔ جس روز جامعِ ملفوظات دہلی میں وارد ہوئے، اُسی روز خواجہ محمد نور الدین نے اورنگ آباد میں اپنی جان، جانِ آفریں کے سپرد کی۔ خواجہ کامگار حسینی رقمطراز ہیں کہ:

"از گردشِ دورانِ دون و از نیرنگیِ زمانۂ بوقلمون بہ تاریخِ بیست و ہفتم ماہِ ربیع الاوّل سنۂ مذکور واقعۂ جان کاہ عالم

سیاه اخوی محمدنورالدین به میان آمد۔ دلِ مهجور باین داغ ابدی و باین دردِ سرمدی مبتلاشده:

قلم تا سر کند این داستان را
به آبِ تیغ می شوید زبان را

ازسماعِ این حادثۂ پُرسوز و گداز حالتی روی داده که در تحریر نمی توان آورد۔ چون ازین امرِ خطیر چاره نیست، لاچار صبر نموده و پیش از رسیدنِ این خبر موحش در خاطر داشت که جهتِ برادرم مرحوم تحفۂ این سفر به ازین نیست که آنچه از زبانِ کرامت ترجمان حضرتِ ولایت مرتبت مسموع می شود، درتحریر بیار دو روی داد۔ مجالسِ همایون که در ان حاضر بود، برنگارد و بعدِ ملاقات به برادرِ عزیز بگذراند۔باین اراده این رساله تالیف نموده بود و مسمی به مجالسِ کلیمی کرده ۔در همین حال خبرِرحلتِ اخوی علیه الرحمة رسید۔ پس از افسوسِ بسیارو تاسفِ بی شمار فوائد یکه جمع کرده بود، ترتیب داده هر خواننده وشنونده که ازین فوائد بهره مند گردد،این عاصی سراپا تقصیر و برادرِعزیز محمد نورالدین مرحوم را به فاتحه و دعایِ خیر یاد کند که باعثِ نجات و علوِدرجاتِ آن مرحوم و مغفور واین محزون ومهجور گردد۔"(۱)

خواجہ محمد کامگار خاں جتنے دن دہلی میں مقیم رہے، وہ اپنے بھائی کی موت سے لاعلم رہے۔ مجالسِ کلیمی میں کہیں بھی اُن کی رحلت کا تذکرہ نہیں ہوا۔ شاہ کلیم اللہ جہاں آبادی، خواجہ محمد نورالدین حسینی سے بھی بہت محبت کرتے تھے، کیونکر ممکن ہے کہ اُن کی موت پر مجلسِ

تعزیت برپا نہ ہوتی اور اُن کے اوصافِ حمیدہ کا تذکرہ نہ ہوتا؟ خواجہ کامگار خاں حسینی کے قیامِ دہلی کے زمانے میں اورنگ آباد سے مولانا نظام الدین کا ایک آدھ خط بھی بارگاہِ کلیمی میں شرفِ صدور لایا۔ اُس خط کا تذکرہ ساتویں مجلس میں ہوا ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے وہ خط خواجہ نورالدین حسینی کی زندگی میں لکھا گیا ہوگا، وگرنہ اُس میں اُن کی موت کا یقیناً تذکرہ ہوتا۔ اِن دونوں بھائیوں کو اپنے شیخ کی بارگاہِ تقدس مآب میں جو شفقت اور توجہ میسر تھی، اُس کے پیشِ نظر یہ کوئی معمولی واقعہ نہیں تھا۔ پروفیسر محمد اسلم رقمطراز ہیں کہ:

> ''اُسی زمانے میں اُنھیں یہ اطلاع ملی کہ اُن کی عدم موجودگی میں دکن میں اُن کے بھائی محمد نورالدین کا انتقال ہوگیا ہے۔ خواجہ کامگار خاں نے اپنے مرحوم بھائی کے ایصالِ ثواب کی خاطر شاہ کلیم اللہ کی چودہ مجالس کے ملفوظات مجالسِ کلیمی کے عنوان سے مرتب کیے۔'' (۲)

پروفیسر صاحب موصوف دیباچے کی عبارت کے چند جملوں کی عدم تفہیم سے اِس مغالطے میں پڑ گئے کہ خواجہ محمد کامگار خاں نے اپنے بھائی کے ایصالِ ثواب کے لیے اُن مجالس کی روداد نویسی کی، حالانکہ وہ اپنے سفرِ دہلی کے ارمغان کے طور پر اُنھیں مجالسِ کلیمی پیش کرنا چاہتے تھے، جیسا کہ اُنھوں نے مندرجہ بالا اقتباس میں بھی لکھا ہے، لیکن شومیِ قسمت جب وہ وطن واپس گئے تو بھائی دنیا ہی میں نہ تھے۔ اُنھوں نے جب مجالسِ کلیمی کا دیباچہ لکھا تو گویا دل نکال کر صفحۂ قرطاس پر رکھ دیا۔

[۲]

خواجہ کامگار خاں حسینی، خواجہ برہان الدین کے فرزندِ ارجمند تھے۔ اُن کا سلسلۂ نسب خواجہ علاء الدین عطار سے ملتا ہے، جو خواجہ بہاء الدین نقشبند کے داماد تھے۔ اُنھیں کی نسبت سے یہ لوگ عطاری بھی کہلاتے تھے۔ اِن کا خاندان صدیوں تک سلسلۂ نقشبندیہ کا ارادت کیش رہا، لیکن یہ دونوں بھائی سلسلۂ چشتیہ میں بیعت ہوئے۔ اِن کے بزرگوں کا وطن لاہور تھا۔ یہ دونوں بھائی اورنگ آباد میں مقیم تھے اور اُسی شہرِ خوش آثار کی خاک میں مدفون ہوئے۔

خواجہ کامگار خاں شاعر بھی تھے اور شاعری میں عالی تخلص کرتے تھے۔ مجالسِ کلیمی کے دیباچے میں اُنھوں نے اپنے بھائی کا جو مرثیہ لکھا ہے، اِس سے شاعری میں اُن کی فکری اور فنی مہارت کا اندازہ ہوتا ہے۔ نثر میں بھی اُنھوں نے تین کتابیں لکھی ہیں۔ اِس مجموعۂ ملفوظات کے علاوہ اُنھوں نے اپنے پیر و مرشد کے دو ملفوظاتی مجموعے بھی مرتب کیے:

(۱) احسن الشمائل (۲) ملفوظاتِ مولانا نظام الدین اورنگ آبادی

یہ دونوں مجموعے ہنوز غیر مطبوعہ ہیں اور اِن کے قلمی نسخے سلسلۂ چشتیہ کے مختلف کتب خانوں میں مل جاتے ہیں۔

[۳]

مجالسِ کلیمی تین بار اشاعت آشنا ہوئی (۳)، لیکن اب یہ مطبوعہ نسخہ نایاب ہے۔ پروفیسر خلیق احمد نظامی (م ۱۹۹۷ء) نے سالار جنگ میوزیم میں اِس کے خطی نسخے کا حوالہ دیا ہے۔ (۴) احمد منزوی کی مرتبہ فہرست میں پاکستان کے مختلف کتب خانوں میں موجود اِس کے چار نسخوں کی جو تفصیلات دی گئی ہیں، وہ حسبِ ذیل ہیں:

"دیره غازی خان ،تونسه شریف،آستانۂ سلیمانیه،فقیر محمود سدیدی:نستعلیق پخته: ۱۲٤۱ ه :ازروی خط نگارنده، آغاز برابر (ص ۱_٤٥)نعیم اختر مجددی

کراچی،انجمن ترقی اردو:اق ف ۹۳/۱:نستعلیق :سدهٔ ۱۳ ه :آغاز :مجلسِ اوّل :روزیك شنبه بیست و هشتم ربیع الاوّل ۱۱۳۲ ه سعادتِ قدم بوسی حاصل شد(ص ۱ _۵۹)عارف نوشاهی

اتك ،مکهڈ: کتب خانۂ مولانا محمد علی ،محمد صالح :نستعلیق مجد الدین[؟]۱۳۵٦ ه:آغاز برابر نمونه(ص ۱۲٤) پروفیسر ملك محمد اقبال

ملتان،جهانیان،چك ۱/۱۱٤ _آر: کتب خانۂ الله بخش اسد

نظامی: نستعلیق خوش: گل محمد چودھرانی [؟] ۱۷۔ صفر ۱۳۶۰ھ:

آغاز برابر نمونہ: نخستین مجلس ۲۷ ع ۱۱۳۲/۱ھ و آخرین ۷ ج ۱

۱۱۳۲/ھ ورویھم ۱۳ مجلس است (ص ۴۰) سعید الظفر نوشاہی"۔ (۵)

راقم کے پیشِ نظر مجالسِ کلیمی کے دو قلمی نسخے رہے ہیں۔ اُنھیں سے متن کی تصحیح اور ترتیب کا کام انجام دیا گیا ہے۔ کوششِ بسیار کے باوجود حیدر آباد دکن، کراچی اور جہانیاں کے نسخوں تک رسائی ممکن نہ ہوسکی۔ مجالسِ کلیمی کا نسخۂ اوّل تونسہ مقدسہ کے کتب خانے کا مخزونہ ہے، جبکہ نسخۂ ثانی مکھڈ شریف کا مملوکہ ہے۔

تونسہ مقدسہ کا نسخہ ۱۳۔ ذی الحج ۱۳۴۱ھ کا مرقومہ ہے۔ کاتب نے اپنا نام نہیں لکھا۔ وہ کون تھا اور اُس نے کس نسخے سے کہاں اور کس کے لیے اِس نسخے کی ترقیم کا اہتمام کیا؟ ترقیمہ نہ ہونے کی وجہ سے اِن سوالات کا کوئی جواب میسر نہیں۔ غنیمت ہے کہ اُس کاتب کی بدولت اِس درِ بے بہا کو بقائے دوام کے بازار میں حیاتِ جاوداں مل گئی۔ تونسہ مقدسہ کے کتب خانے سے کسبِ فیض کرنے والے اپنے اپنے رنگ میں اِس نسخے کی دید و باز دید سے مستنیر ہوتے رہے۔ مولوی محمد الدین مکھڈی (م ۱۹۷۵ء) نے اپنے کتب خانے کے لیے اِس کی نقل تیار کی۔ کئی نسخہ شناس اِس کے کوائف مرتب کرتے رہے۔ پروفیسر محمد اسلم نے اِس پر بھرپور مقالہ لکھ کر اِس کے مالہ و ماعلیہ سے قارئین کو آگاہ کیا اور اب یہی نسخہ اِس انتقادی متن کی اساس قرار پایا۔

یہ نسخہ ۱۲۳ اوراق پر مشتمل ہے۔ دورِ حاضر کے تقاضوں کے پیشِ نظر اِس پر صفحات نمبر بھی لگائے گئے ہیں۔ ہر صفحے پر ۱۶ سطریں ہیں اور ہر سطر چودہ پندرہ لفظوں کو محیط ہے۔ خط صاف اور خوانا ہے، لیکن خوب صورت اور دیدہ زیب نہیں۔

نسخۂ مکھڈ شریف مولوی محمد الدین مکھڈی کا دست نوشتہ ہے۔ اِس کی کتابت ۱۴۔ جمادی الثانی ۱۳۵۶ھ کو تکمیل آشنا ہوئی۔ یہ نسخہ تونسہ مقدسہ میں لکھا گیا۔ مولوی صاحب نے کئی مقامات پر اُن اغلاط سے بچنے کی کوشش کی، جو تونسہ مقدسہ کے نسخے میں راہ پا گئی تھیں۔ یہ نسخہ ۷

اوراق پر مشتمل ہے۔ ہر صفحے پر سطروں کی تعداد کم از کم پچیس اور زیادہ سے زیادہ انتیس ہے اور ہر سطر میں کم از کم بیس الفاظ ہیں۔ کاتب کا خط خوانا ہے، مگر صاف اور خوب صورت نہیں۔

[۴]

مجالسِ کلیمی کے خطی نسخوں میں چند اغلاط پائی جاتی ہیں، تین کی طرف پروفیسر محمد اسلم نے توجہ دلائی ہے۔ یہ تصحیحات بہت اہمیت کی حامل ہیں۔ راقم نے متن کی ترتیب اور تصحیح کے دوران میں، اِن سے استفادہ کیا ہے اور متن کے متعلقہ مقامات پر اِن کی روشنی میں تصحیح بھی کی ہے۔

نسخہ خوانی کے عمل میں پروفیسر صاحب موصوف سے بھی بعض تسامحات ہوئے ہیں، جن کی تصحیح بھی ضروری ہے، تاکہ متن اور اِس کے مندرجات کو اُن کے صحیح تناظر میں دیکھا جاسکے۔

(۱) ''شاہ کلیم اللہ نے ایک روز حاضرینِ مجلس کو بتایا کہ شاہی کتاب خانے میں فصوص الحکم کا ایک نسخہ تھا، جو مصنف کے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا۔ فرخ سیر نے وہ کسی نااہل شخص کو دے دیا اور اُس نے ضائع کر دیا۔''(۶)

پہلی بات تو یہ کہ شاہ کلیم اللہ جہاں آبادی نے حاضرین کو نہیں بتایا کہ فصوص الحکم کا نسخہ فرخ سیر نے کسی نااہل کو دے دیا اور دوسرا یہ کہ 'اور اُس نے ضائع کر دیا'۔۔۔ زائد از متن ہے اور مقالہ نگار کا اضافہ۔ متن کی عبارت کچھ اِس طرح ہے:

''شخصی از حضار عرض نمود کہ: کتابِ فصوص [الحکم] بہ خطِ مصنف در کتب خانۂ فرخ سیر بود۔ درایامِ سلطنت بہ فلان شخص کہ لائقِ انعامِ آن نہ بود، بخشید''۔(۷)

(۲) ''کامگار خاں لکھتے ہیں کہ اورنگ آباد میں اُن کے شیخِ طریقت حضرت نظام الدین کے کتب خانے میں بھی فصوص الحکم موجود تھی۔''(۸)

شاہ کلیم اللہ جہاں آباد نے خواجہ کامگار خاں سے پوچھا کہ: کیا مولانا نظام الدین اورنگ آبادی کے کتب خانے میں فصوص کا نسخہ موجود ہے؟ جواباً مرتبِ ملفوظات عرض

گزار ہوا کہ: دو نسخے تھے۔ ایک نسخہ کسی نے عاریتاً لیا، لیکن واپس نہ کیا۔ البتہ دوسرا نسخہ کتب خانے میں محفوظ ہے۔

(۳) ''ایک روز کامگار خاں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے، تو وہاں کتاب شرح الصدور کا ترجمہ سنایا جارہا تھا۔'' (۹)

مجلسِ کلیمی میں شرح الصدور کا ترجمہ نہیں سنایا جارہا تھا، بلکہ غریب نواز متنِ کتاب کا تقابل کررہے تھے اور حاضرین کے استفادے کے لیے عربی سے ترجمہ بھی کرتے جارہے تھے۔ مرتب نے زبان کا تذکرہ تو نہیں کیا، مگر آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ ترجمہ یقیناً فارسی زبان میں کیا جارہا تھا، جو اُس زمانے کی علمی، ادبی اور تدریسی زبان تھی۔

اِسی طرح خلیق احمد نظامی سے بھی تاریخِ مشائخِ چشت میں چند تسامحات ہوئے ہیں، جن کی تفصیل حسبِ ذیل ہے:

(۱) ''کامگار حسینی دہلی میں ہی تھے کہ بھائی کے انتقال کی خبرِ وحشت اثر اُن کو ملی۔'' (۱۰)

خواجہ کامگار حسینی قیامِ دہلی کے دوران میں، اپنے بھائی خواجہ نورالدین حسینی کی وفات سے بے خبر رہے۔ مجالسِ کلیمی کی کسی بھی مجلس میں اُن کی رحلت کا ذکر نہیں ہوا۔ اگر توجہ سے مجالس کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اُن کا ذکرِ خیر جن مجالس میں بھی آیا ہے، اُس سے اُن کا زندہ ہونا ثابت ہے، مثلاً: پہلی اور آٹھویں مجلس کے احوال وغیرہ

(۲) ''اب اُس دلی کیفیت کی تسکین کے لیے جو واپسی پر بھائی سے نہ ملنے کے خیال سے پیدا ہوئی تھی۔ اُنھوں نے یہ سوچا کہ: مجالسِ شیخ کا حال لکھ کر مرحوم کی روح کو خوش کریں''۔ (۱۱)

خواجہ کامگار خاں حسینی مجالسِ کلیمی کو اپنے سفرِ دہلی کے ارمغان کی صورت میں خواجہ نورالدین کی نذر کرنا چاہتے تھے (جیسا کہ دیباچے میں مذکور ہے)۔ اُنھوں نے کہیں بھی یہ نہیں لکھا کہ وہ مرحوم کے ایصالِ ثواب کے لیے اپنے دادا مرشد کی محافل کا احوال رقم کررہے

ہیں۔ قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ اُنھوں نے دیباچۂ کتاب اورنگ آباد واپس آ کر لکھا ہوگا۔

(۳) ''وہ ۲۸۔ ربیع الاوّل ۱۱۳۲ھ سے ۲۰۔ جمادی الاولیٰ ۱۱۳۲ھ تک شیخ کی خدمتِ بابرکت میں رہے۔'' (۱۲)

خواجہ کامگار حسینی ۲۷۔ ربیع الاوّل ۱۱۳۱ھ کو پہلی بار خدمتِ شیخ میں حاضر ہوئے۔ پہلی مجلس کے احوال بھی ۲۷ ویں تاریخ کو رقم ہوئے۔ وہ آخری بار ۸۔ جمادی الثانی کو مجلسِ کلیمی میں باریاب ہوئے۔ خلیق احمد نظامی نے سنہ وسال کے ساتھ ساتھ تاریخیں بھی غلط لکھی ہیں اور ایک مہینے (جمادی الثانی کے بجائے جمادی الاولیٰ) کا نام بھی۔ دوسرا یہ کہ خواجہ کامگار حسینی مذکورہ دورانیے میں مسلسل اور متواتر خدمتِ شیخ میں حاضر نہیں رہے۔ وہ امیر الامرا سید حسین علی خاں کے ساتھ سرکاری دورے پر تھے۔ اُنھیں منصبی مصروفیات سے جب بھی فراغت ہوتی تھی تو وہ خدمتِ شیخ میں زیارت اور کسبِ فیض کے لیے چلے آتے تھے۔

(۴) ''اُن کا انتقال مرشد کی حیات میں ہی (۲۷۔ ربیع الاوّل ۱۱۳۲ھ) ہوگیا تھا۔'' (۱۳)

خواجہ محمد نورالدین کا انتقال ۱۱۳۱ھ میں ہوا، نہ کہ ۱۱۳۲ھ میں۔

(۵) ''۶۔ ربیع الثانی ۱۱۳۲ھ کی ایک مجلس کا حال کامگار خاں نے لکھا ہے: 'بـاد شاہ رفیع الدرجات دولتِ پای بوس حاصل کرد، ذکر در......'' (۱۴)

خلیق احمد نظامی کی توجہ اِس تاریخی مغالطے کی طرف مبذول نہ ہوئی اور وہ سہوِ کاتب کو رواروی میں نقل کر گئے۔ سال ۱۱۳۱ھ ہونا چاہیے تھا، کیونکہ مذکورہ بالا تاریخِ ماہ وسال کو رفیع الدرجات کو وفات پائے کئی مہینے گزر چکے تھے۔

(۶) ''مجالسِ کلیمی سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک واقعہ نگار نے شیخ کی روانگی کی تاریخ ایک دن بعد یا پہلے لکھ دی تو اورنگ زیب نے اُس کی گرفت کی''۔ (۱۵)

اورنگ زیب عالمگیر نے واقعہ نگار کی گرفت نہیں کی۔ واقعہ یوں ہے کہ جب شیخ یحییٰ مدنی کے ایک صاحبزادے دہلی تشریف فرما ہوئے تو اُن کی ملاقات عالمگیر سے ہوئی۔ دورانِ

ملاقات بادشاہ نے پوچھا کہ: شیخ کس تاریخ کو حجاز روانہ ہوئے ؟ صاحبزادہ صاحب نے فرمایا: ۲۶ویں رجب کو۔ بادشاہ نے کہا: لیکن واقعہ نگار نے روانگی کی تاریخ ۲۷ویں رجب لکھی ہے۔ اِس پر اُنھوں نے فرمایا: ''بیست و ششم بود، واقعہ نگار شبؔ را در روز محسوب نمودہ باشد۔'' (۱۶)

شاہ کلیم اللہ جہاں آبادی نے یہ واقعہ اورنگ زیب عالمگیر کی خبرداری، قوی یادداشت اور کارِ منصبی میں دلچسپی کے حوالے سے بیان فرمایا تھا۔

[۵]

مجالسِ کلیمی پر فوائدالفواد کی فکری اور تکنیکی گرفت بہت مضبوط ہے۔ خواجہ محمد کامگار خاں حسینی نے امیر حسن علاء سجزی دہلوی (م ۷۳۸ھ) کے اُسلوب اور رنگ میں مجالس کو وقت، دن، تاریخ اور سنہ و سال کے تذکرے سے مزین کر کے تاریخی مناظر کی معنوی جمالیات کے آنگن میں عکس انداز کیا ہے، جس سے مرتب کے تاریخی شعور اور اُس معاشرے پر تاریخ و ثقافت کی فکری اثراندازی کی تفہیم اور تعبیر کا اندازہ ہوتا ہے۔ اِس مجموعۂ ملفوظات کی مجالس کی تاریخ وار تفصیل حسبِ ذیل ہے:

- مجلسِ اوّل: ۲۷ ربیع الاوّل ۱۱۳۱ھ بروز ہفتہ
- مجلسِ دوم: ۴۔ ربیع الثانی ۱۱۳۱ھ بروز جمعہ
- مجلسِ سوم: ۶۔ ربیع الثانی ۱۱۳۱ھ بروز اتوار
- مجلسِ چہارم: ۱۰۔ ربیع الثانی ۱۱۳۱ھ بروز جمعرات
- مجلسِ پنجم: ۱۱۔ ربیع الثانی ۱۱۳۱ھ بروز جمعہ
- مجلسِ ششم: ۱۴۔ ربیع الثانی ۱۱۳۱ھ بروز پیر
- مجلسِ ہفتم: ۱۷۔ ربیع الثانی ۱۱۳۱ھ بروز جمعرات
- مجلسِ ہشتم: ۱۸۔ ربیع الثانی ۱۱۳۱ھ بروز جمعہ
- مجلسِ نہم: ۲۰۔ ربیع الثانی ۱۱۳۱ھ بروز اتوار

- مجلسِ دہم: ۲۱۔ ربیع الثانی ۱۱۳۱ھ بروز پیر
- مجلسِ یازدہم: ۲۶۔ ربیع الثانی ۱۱۳۱ھ بروز ہفتہ
- مجلسِ دوازدہم: ۲۸۔ ربیع الثانی ۱۱۳۱ھ بروز پیر
- مجلسِ سیزدہم: ۷۔ جمادی الاوّل ۱۱۳۱ھ بروز بدھ
- مجلسِ چہاردہم: ۸۔ جمادی الاوّل ۱۱۳۱ھ بروز جمعرات

اگر اِس مجموعے میں زمانی اور تاریخی تناظر کی جلوہ آرائی کے مناظر اپنے تمام تر جمالیاتی اُسلوب میں مرتسم نہ ہوتے تو تاریخ کے کئی رنگ ہمارے نظروں سے اوجھل ہو کر زمانے کی گرد میں گم ہو جاتے، مثلاً: خواجہ محمد نورالدین کی تاریخِ وفات کا تذکرہ کسی دوسرے ماخذ اور منظر نامے میں مذکور نہیں۔ پہلی اور آخری بار اِس واقعے کی تاریخی تعبیر اِس مجموعۂ ملفوظات میں منعکس ہوتی ہے اور مرحوم کی محبوبانہ روشِ زیست کا اظہاریہ بن کر ماحول کو اُداسی اور ملال کی کیفیت سے ہم آہنگ کرتی ہے اور اُن کے اوصافِ حمیدہ کے تناظر میں مرتب کا دُکھ اور کرب: تخلیقی طرزِ احساس کے قرینے میں ڈھل جاتا ہے۔ اِسی طرح جامع مسجد دہلی میں جمعے کے روز رفیع الدرجات کی آمد پر استقبال کے لیے امیر الامرا سید حسین علی خاں اور قطب الملک یمین الدولہ سید عبداللہ خاں کی موجودگی اور پھر رفیع الدرجات کی شاہ کلیم اللہ جہاں آبادی کی محفل میں جبیں سائی کے مناظر کسی دوسرے تذکرے میں مذکور نہیں۔ صرف یہی مجموعۂ ملفوظات اِن مناظر کا عکس گر ہے۔

[۶]

خواجہ کامگار خاں حسینی کا اسلوبِ نگارش سادہ، مگر دل نشیں ہے۔ سادگی میں پُرکاری اور دل نشینی میں معنوی تہہ داری کے رنگ نمایاں ہیں۔ کہیں کہیں منظر آرائی میں وہ اپنے اُسلوب کی رنگینی کی بہار بھی دکھاتے ہیں، لیکن اُن کی زیادہ تر توجہ گفتگو کی فکری تعبیر اور تفہیم پر مرکوز رہتی ہے۔ اِس طرح اُن کا اسلوبِ اظہار: عبارت آرائی کا طلسماتی پیکر اوڑھ کر تخیلاتی رنگوں

کی دھند میں گم نہیں ہوتا، بلکہ وہ معنیٰ آفرینی کی جمالیاتی رنگارنگی کا ترجمان بن کر فکر و فرہنگ کا عکاس بن جاتا ہے۔ وہ جزئیات سے کلیات کی تشکیل پذیری کا ہنر جانتے ہیں، کیونکہ جب وہ منظر سے پس منظر کی تخلیق کرتے ہیں تو پیش منظر: منظر نامے میں ڈھل کر اُسلوب کی رنگینی کو تازگی اور تخلیقی اظہار کو چاشنی سے مملو کر دیتا ہے۔ یوں اُن کے ہاں فکر کی معنوی بصیرت افروزی متنوع رنگوں کا لبادہ اوڑھ کر جلوہ گر ہوتی ہے تو جز سے کل کا سفر معنوی مدار میں مجلس کی خارجی رنگ آمیزی کو اُس کے داخلی اور وجدانی تفکر سے باہم آمیخت کر کے اُسلوبیاتی سطح پر ایک نئے منظر نامے کی تشکیل کرتا ہے، جو ایک طرف لفظ کی تہذیبی معنویت کو جمالیاتی آہنگ سے آشنا کرتی ہے تو دوسری طرف اِس کا رابطہ معنوی آفاق تک پھیل جاتا ہے۔

[۷]

مجالسِ کلیمی کی ترتیب و تہذیب کے دوران میں:

(۱) نسخۂ تونسہ مقدسہ کو اساسی نسخہ قرار دیا گیا ہے، کیونکہ دستیاب نسخوں میں یہ قدیم تر تھا۔ نسخۂ ثانی اِس کی نقل پر مبنی ہے۔

(۲) اساسی نسخے میں جہاں کہیں بھی عبارت الجھی ہوئی تھی یا اُس کے جملے اضطراب آشنائی کی وجہ سے معنی کی ترسیل اور حُسنِ ادا کی خوش نمائی میں رکاوٹ تھے۔ اُنھیں نسخۂ ثانی کے تناظر میں بدل دیا گیا ہے اور ایسے مقامات کی حواشی میں نشاندہی بھی کر دی گئی ہے۔

(۳) جہاں کہیں راقم نے کوئی اضافی یا قیاسی لفظ متن میں شامل کیا ہے، اُسے بڑی بریکٹ میں لکھا گیا ہے، تاکہ اُسے اصل متن سے علیحدہ شناخت کیا جا سکے۔

(۴) متن کی بہتر تفہیم کے لیے مختلف مقامات پر حواشی لکھے گئے ہیں، جو منشائے مصنف کے مطابق متن کے معنوی نظام تک رسائی میں معاون ہوں گے۔

(۵) تیسری مجلس کے متن سے ایک جملہ حذف کیا گیا ہے، جو تاریخی اعتبار سے درست نہیں تھا۔

(۶) متن میں جہاں کہیں کسی کتاب کے کسی خاص واقعے یا کسی معنوی تناظر کی طرف اشارہ

کیا گیا ہے، راقم نے اصل کتاب کی طرف رجوع کر کے، اصل متن کو حاشیے میں نقل کر دیا ہے، یا پھر اُس کی نشاندہی کر دی گئی ہے، تاکہ اصل تک مراجعت میں آسانی رہے۔

(۷) متن میں جو قرآنی آیات اور احادیثِ مبارکہ مذکور ہیں، حواشی میں اُن کی تخریج بھی کردی گئی ہے۔

(۸) متن کی ترتیب و تہذیب میں فارسی کا جدید املا اختیار کیا گیا ہے، لیکن کلی طور پر ایرانی اسلوبِ املا کی پیروی نہیں کی گئی۔

[۸]

مجالسِ کلیمی مختلف اور متنوع رنگوں سے مزین ہے۔ اِس میں زندگی اور اِس کے رنگا رنگ موسموں کی بہار دیدنی ہے۔ اِس مجموعے میں گنجینۂ معانی کی فکری اپیل بھی ہے اور مشاہداتی اور وجدانی رنگوں کی بہار بھی؛ اِس میں تاریخی منظرنامے بھی ہیں اور سیاسی احوال کی عکس اندازی بھی؛ ماضی کا تذکرہ بھی ہے اور مستقبل کی منظر آرائی بھی؛ زندگی کے معاشرتی رویے بھی ہیں اور فکری تلازمے بھی؛ محبت کا رنگ بھی ہے اور تربیت کا آہنگ بھی۔ یہ مجموعہ معنوی اختصار اور فکری جامعیت کی عمدہ مثال ہے۔ خواجہ کامگار حسینی نے چودہ مجالس میں شاہ کلیم اللہ جہاں آبادی کی خانقاہ میں گل افشانیِ گفتار کے اتنے رنگ محفوظ کیے ہیں کہ اِن سے سلسلۂ چشتیہ کے طریقۂ تدریس اور نظامِ تربیت کی ہمہ گیری کے مناظر منعکس ہوتے ہیں۔ شیخ کی گفتگو زندگی کے ظاہری اور داخلی رویوں کو کس طرح ایک نقطۂ اتصال پر منعکس کرتی ہے؟ اِس کی جمالیاتی توجیہہ کے متنوع مناظر اِس مجموعے کی مجالس میں جابجا بکھرے ہوئے ہیں۔ بے رنگی کی وجدانی اور مشاہداتی تعبیر جب رنگا رنگ مناظر کے کینوس پر بکھرتی ہے تو زندگی کے ہمہ گیر رویوں کو اپنی گرفت میں لے لیتی ہے۔ اِس سے معاشرے پر سلسلۂ چشتیہ کی فکری اور روحانی اثر اندازی کے رنگ دیکھے جا سکتے ہیں۔ بادشاہوں کے دربار سے دوری اور اُن کے حسنِ سلوک سے بے نیازی: معاشرتی اور سماجی زندگی میں اِس سلسلے کا طرۂ امتیاز ہے۔ یہ سلسلہ عوامی زندگی کو اپنے دامن میں یوں سموئے ہوئے ہے کہ اِس کی بدولت انکسار او

رعجز و نیاز کے خوش رنگ قافلے انفس و آفاق کی سیر کے لیے رواں دواں رہتے ہیں اور اِن سے انکسارِ ذات کے رنگ بھی بکھرتے ہیں اور اثباتِ ذات کے موسم بھی طلوع ہوتے ہیں۔

عبدالعزیز ساحر

sahir66_aiou@yahoo.com

حوالے:

(۱) مجالسِ کلیمی (خطی): خواجہ محمد کامگار خاں حسینی: نسخہ مخزونہ تونسہ مقدسہ: برگ ۲ ب اور ۱۳ الف

(۲) ملفوظاتی ادب کی تاریخی اہمیت : ادارہ تحقیقاتِ پاکستان دانشگاہِ پنجاب، لاہور: ۱۹۹۵ء: ص ۴۶۵

(۳) مختلف ذرائع سے مجالس کی تین اشاعتوں کا علم ہوا، لیکن تلاشِ بسیار کے بعد اس کی صرف ایک اشاعت تک رسائی ممکن ہو سکی۔ البتہ ان اشاعتوں کے مطبوعہ کوائف حسبِ ذیل ہیں: (i) مجالسِ کلیمی (فارسی): مطبع برہانیہ، حیدرآباد: ۱۳۲۸ھ: ۲۸ص (ii) مجالسِ کلیمی (فارسی): حیدرآباد: ۱۹۱۱ء: ۴۰ص (iii) مجالسِ کلیمی (فارسی): ۱۹۱۹ء: ۲۶ص

(۴) تاریخِ مشائخِ چشت : ادارہ ادبیات، دہلی: ۱۹۸۴ء: ص ۹۳

(۵) فہرستِ مشترک نسخہ ہای خطی فارسی پاکستان (جلد سوم): مرکزِ تحقیقاتِ فارسی ایران و پاکستان، اسلام آباد: ۱۹۸۴ء: ص ۱۸۶۶

(۶) ملفوظاتی ادب کی تاریخی اہمیت : ص ۴۶۶

(۷) مجالسِ کلیمی (خطی): برگ ۱۲ الف

(۸) ملفوظاتی ادب کی تاریخی اہمیت : ص ۴۶۸

(۹) محولہ بالا: ص ۴۶۸۔۴۶۹

(۱۰) تاریخِ مشائخِ چشت : ص ۱۸۱

(۱۱) محولہ بالا: ص ۱۸۱

(۱۲) محولہ بالا: ص ۱۸۰

(۱۳) محولہ بالا: ص ۱۸۰

(۱۴) محولہ بالا: ص ۱۳۴۔۱۳۳

(۱۵) محولہ بالا: ص ۹۳

(۱۶) مجالسِ کلیمی (خطی): برگ ۷ الف

[دیباچه از مصنف]

حمدِ بی حد و سپاسِ بی قیاس مرخالقی را که اساسِ هستی بربنیادِ نیستی گذاشته و نیستی را به صورتِ هستی جلوه گر نموده، سبحان الله۔ هستی عینِ نیستی است و نیستی مایۂ هستی:

تا تو بینی هستیِ خود ای پسر
نیستی و نیستی و نیستی
چونکه گشتی نیست هستی رو نمود
اصلِ هستی نیستی شد وا نمود
این معما فارغ از تقریر هاست
این عبارت خارج از تحریر هاست
فهمِ عالیٰ عاجز است از درکِ این
عاقلان معقول کی گردند ازین

درودِ بی حد و صلوٰۃِنا متناهی برآن مظهرِاتم ورسولِ اکرم صلی الله تعالیٰ علیه وسلم و برآل و اصحابِ وی رضی الله تعالیٰ عنهم اجمعین باد که هادیِ طریقِ هدایت و رهنمای گم گشت هایِ اهلِ ضلالت اندورحمتِ بلانهایت شاملِ حالِ تابعین و تبع تابعین باد که پیر و جانشینِ ایشان اند۔

امابعد این عاصی سرا پا تقصیر[۱ ب]خاکسار محمد کامگارو اُخوی محمد نور الدین نقشبندی الحسینی[العطاری] (۱) که یکی از غلامانِ درگاهِ آسمان جاه حضرت غریب نواز یعنی نظام[الملت]و الدین(۲) است، در بلدۂ فاخره خجسته بنیاد(۳) که از بلادِ دکن مشهورو معروف است، مسکن و ماویٰ و مولد درینجااست۔ ماهر دو برادر درتحتِ اقدامِ آنحضرت مدظله العالی می بودیم و سعادتِ دارین حاصل می نمودیم و معشوق الله حضرت شاه کلیم الله سلمه الله تعالیٰ (٤) که پیرانِ پیر و هادیِ دستگیرِ این حقیراند، در شهر

دهلی که دارالخلافهٔ بادشاهانِ [1] هنداست،تشریف داشتند۔ اشتیاقِ ملازمت و تمنایِ قدم بوسی در دل بود و برادرم محمدنورالدین علیه الرحمة اکثر اوقات از فرطِ محبت و غلبهٔ شوق قصدِ آمدنِ دهلی می کرد، اما ازبسکه الفتِ نظارهٔ جمالِ باکمال حضرت غریب نواز در دل داشت۔ جدایِ آنحضرت شاق می [2] نمود۔ نمی تو انست از خجسته بنیاد برآمدن منتظر می بود که اگر تشریف بردنِ حضرت غریب نواز به تقریبی سمتِ دهلی شود و در رکابِ سعادتِ آنحضرت مدظله شده به آرزوی قدم بوسیِ حضرتِ ولایت مرتبت خود را رساند واین خاکسار به علاقهٔ[۲ الف] منصب و خدمات ازین تمنامحروم بودولب باین تکلم نمی کشود۔ ناگاه به حسبِ تقدیر در عهدِ سلطان فرخ سیر(٥) رفتن بخشی الملك امیرالامرا حسین علی خان بهادر(٦) سپه سالار که صوبه دارِ خجسته بنیاد بود،به سمتِ دهلی اتفاق افتاد۔(٧) همه متعینهٔ بلدهٔ مذکور را تکلیفِ همراهی رونموده۔ برادرم درخواست نمود که چنین باعثی باز به فعل آمدن محال است، اگر مصلحت و مرضی باشد بانواب صاحب که قافله ایست کلان و مجمع است پُر امان به دهلی رفته، خود را به سعادتِ قدم بوسیِ حضرت ولایت مآب رسانیده، در اندك روز معاودت نماید۔احقر از بسکه الفتِ قلبی با برادرِ مرحوم داشت، به هیچ وجه روا دارِ حرج و مشقتِ آن مغفور نبود۔ باین عبارت تسلی نموده که مامردم متعینه را نواب البته از دوسه منزل به مکانِ تعیناتی رخصت خواهند فرمود۔ حرکتِ عبث کردن و به مدعا نه رسیدن خالی از تصدیع وتکلیف نیست۔ آخر قرار بران یافت که بخدمتِ حضرت غریب نواز مدظله التماسِ این مقدمه باید کرد و مشورتِ این عزم باید نمود۔ آنچه آن هادیِ طریقت و آن پیرِ حقیقت بفرماید، به عمل باید آورد۔ اخوی مرحوم از غایتِ شوق رفته به جنابِ اقدس حضرت غریب نواز التماس[۲ ب] نمود۔ آن دوربینِ احوال و آن واقفِ امورِ حال واستقبال فرمود که: برادرِ شماکی رضامندِ تصدیعاتِ شما خواهد شدوبرخودروا دارِ آسایش به

دستوریکه مدام به فعل می آید، شمارا نائب برخدمات گذاشته، خود می رود۔این مرتبه نیز همان قسم به عمل باید آورد ۔از فرمودهٔ حضرت غریب نواز مدظله اخوی مرحوم ارادهٔ رفتن گذاشت، به احقر ظاهر نموده که چنین امرشد۔نمی توانم انحراف نموده خاکسار همراهِ نواب نامدار از حضرت غریب نواز رخصت گرفته به تاریخ سوم محرم [۱۱۳۱]هجری از خجسته بنیاد برآمده تابه دار السرور برهان پور (۸) رسید، رخصت حاصل نشد۔ بهرحال تا به دهلی رفتن اتفاق افتاد و به قدم بوسی حضرت معشوق الله شاه کلیم الله مدظله استفاده یافت۔ دلِ مشتاق از مدتی که تمنایِ آن داشت، حاصل شد۔ از گردشِ دورانِ دون و از نیرنگیِ زمانهٔ بوقلمون به تاریخِ بیست و هفتم ماهِ ربیع الاوّل سنهٔ مذکور واقعهٔ جان کاه عالم سیاه اخوی محمدنورالدین به میان آمد۔ دلِ مهجور باین داغ ابدی و باین دردِ سرمدی مبتلاشده:

قلم تا سر کند این داستان را [۳الف]
به آبِ تیغ می شوید زبان را

ازسماع این حادثهٔ پُرسوز و گداز حالتی روی داده که در تحریر نمی توان آورد۔ چون ازین امرِ خطیر چاره نیست، لاچار صبر نموده و پیش از رسیدنِ این خبر موحش در خاطر داشت که جهتِ برادرم مرحوم تحفهٔ این سفر به ازین نیست که آنچه از زبانِ کرامت ترجمان حضرتِ ولایت مرتبت مسموع می شود، درتحریر بیارد و روی داد۔ مجالسِ همایون که دران حاضر بود، برنگارد و بعدِ ملاقات به برادرِ عزیز بگذراند۔باین اراده این رساله تالیف نموده بود و مسمی به مجالسِ کلیمی کرده ۔در همین حال خبرِرحلتِ اخوی علیه الرحمة رسید۔ پس از افسوسِ بسیارو تاسفِ بی شمار فوائد یکه جمع کرده بود، ترتیب داده هر خواننده وشنونده که ازین فوائد بهره مند گردد،این عاصی سراپا تقصیر و برادرِعزیز محمد نورالدین مرحوم را به فاتحه و دعایِ خیر یاد کند که باعثِ نجات و علودرجاتِ آن مرحوم و مغفور واین محزون

ومهجور گردد:

حیف زین گلزارِ عالم آن گلِ بی خاررفت
عقل رفت و صبررفت، آرام رفت و یاررفت[۳ب]

تحفهٔ می خواست دل تا سوی دلدارم برد
حسرت و افسوس ماندو از اجل دلدار رفت

داغِ حسرت بر دلم بنهاد نیرنگِ فلک
حالت ای یاران چگویم طاقتِ اظهار رفت

دلقِ نیلی کرد در بر آسمان در ماتمش
آفتاب اندر کسوف آمد چون آن اخیاررفت

من که باشم تا کنم ماتم برای نورِ دین
کرد ماتم آسمان از مهر و مه انوار رفت

رحمتِ حق باد بر ارواحِ پاکِ او قرین
زین جهان آن صوفیِ صافی بحق سرشار رفت

عالیؔ این ماتم سرا تا هست باقی کس مباد
مبتلای درد درمان بی جنون غم خواررفت

مجالس کلیمی کا انتقادی متن

مجلسِ اوّل: روزِ یك شنبه تاریخِ بیست و هفتم ربیع الاوّل[۱۱۳۱] هجری سعادتِ قدم بوسی حاصل شد۔ شفقت و عنایتِ بلانهایت به حالِ عاجز فرمودند و خبرِ خیریتِ حضرت صاحب قبله غریب نواز حضرت نظام[الملت] والدین استفسار فرمودند۔ کمترین معروض داشت که: الحمدلله[٤ الف] احوال بخیراست و صحیح المزاج و تندرست اند۔ آمدنِ خاکسار باین دیار با امیرالامرا بی اختیار واقع شده۔ قصدِ فدوی چنان بود که از دو سه منزل رخصت شودو به خجسته بنیاد بازگردد، رخصت حاصل نشد [۳] و بلاقصد آمدنِ هندوستان اتفاق افتاد والاعرض داشتِ حضرت غریب نواز البته می فرستادند۔ فرمودند که:شماخود مکتوبِ ایشانید۔ از احوال و اخبارِ اخوی خواجه محمد نورالدین استفسار نمودند۔ معروض داشت که: اشتیاقِ قدم بوسی اخوی را به مرتبه ایست که التماس نمی توان کرد۔ غلبۂ شوق و بی طاقتی که آن عزیزداردبر آئینۂ ضمیر منیرِ مهر تنویرِ خداوند ظاهر است۔ از راهِ فضل وبنده نوازی فرمودند که: اشتیاقِ دیدنِ شما هر دو برادر مارا چنان بود که اشتیاقِ دیدنِ شیخ شما۔ این کرم و غلام نوازی که به حالِ عاجز و اخوی فرمودند، رقتِ عظیم برخاکسار طاری شد۔ بی اختیار سجدۂ شکر بجا آورد۔ چند ساعت نشسته رخصت یافت۔ الحمدلله علی ذلك

مجلسِ دوم: روزِ جمعه تاریخِ چهارم ماهِ ربیع الثانی سنۂ الیه [٤] دولتِ پای بوس حاصل شد۔ عزیزی مذکور از بی خبریِ فرخ سیربادشاهِ هندوستان برآورد که از مقدماتِ سلطنت بسیار غافل[٤ب]و عاطل است۔ خلیفۂ هندرا چنین بی خبری لائق نیست۔ فرمودند که: عالمگیر(۹) جدِ کلان بادشاهِ حال در خبر داری وهشیاری بی نظیر بود و این نقل عنایت کردند که: شیخِ ماشیخ یحییٰ مدنی قدس سره (۱۰) جهت زیارتِ حرمین الشریفین زاد هماالله شرفاً و تعظیماً به اجازتِ

والـدهٔ ماجدهٔ خود تشریف فرموده بودند و با والده که در گجرات اقامت داشتند، وعـده نموده که بعدِ فراغ حج و زیارتِ روضهٔ مطهرهٔ حضرت رسولِ کریم صلی الله علیه واله وسلم معاودت خواهم کرد۔ بعدِ اداي حج به مدینه سکینه رفتند۔ دل بستگـيِ تـمـام بـه روضـه شریف حاصل شده بود۔ طاقتِ مفارقت نبود۔ بعضی اوقـات وعـده کـه بـه والـدهٔ مـحترمه داشتند، مزاحمت می رسانید، اما الفتِ مزارِ نبوی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم نمی گذاشت۔

روزی در مـدیـنـه مـنـوره حـاضـر بـودند که شیخ عثمان نامی درویش صـاحـبِ کـمـال بـا اصحابِ خود دران مکان شریف آمده روبه روی روضه مـنـوره استـادنـد۔ شیخِ مذکور در نهایت خوش روی و وجاهت بودند۔جبهٔ سیـاه وعـمـامـه بـه همان رنگ بر سرویارانِ ایشان لباسِ یك رنگی به موافقتِ شیخ پـوشیـده صف کشیـده استـاده بـودند۔ حضرت شیخِ ما قدس سره می فـرمودند که: دران وقت صورتِ مبارك شیخ عثمان و اصحابِ ایشان و لباسِ ایـن جـمـاعـت[٥الف] در نظرِ من بسیار خوش آمد و چهرهٔ نوراني ایشان در لبـاسِ اسـودچون ماهِ تابان در ابرِ سیاه جلوه گربود۔ در خاطر آمد که از شیخ مشـورت باید کرد، بموجبِ وعدهٔ که به والدهٔ خود دارم باوجود دل بستگی هـا مـراجـعـت نمایم یا اقامت ورزم۔ بی اختیارنزدِ شیخ رفته استفسار نمودم۔ شیـخ فـرمودند که: از والدهٔ ماجده خلافِ وعده نباید شد،لا علاج به اشارتِ شیـخ مراجعت نمو دم ۔ در اندك مدت ملازمتِ والدهٔ شریفه اتفاق افتاد۔ بعدِ چـنـدی واقـعهٔ والدهٔ مغفوره به میان آمد۔ بعده [5] پـا بستـگيِ عیال مانعِ رفتنِ حـرمیـن الشـرفیـن بـود۔ اتفاقاً حاجی از کعبه شریف به گجرات رسید۔ اکثر بـاشـنـدهٔ آن دیـار که بخدمتِ حضرت شیخِ ماقدس سره رابطهٔ محبت وو داد داشتـنـد، آبِ زم زم بـه طریقِ تحفه به مصحوبِ حاجيِ مذکورفرستاده بود[6]، بـخـدمتِ حضرت شیخ علیه الرحمة گذرانید۔ شیخ به خادم فرمودند که: این آب رانـگـهـدار۔ روزیـکه مجمعِ فقراوصلحا شود، تبرکاً تقسیم کرده خواهد

شد۔ خادم چنان کرد۔ شبِ بیست و ششم رجب المرجب مریدان و معتقدان از ذکور و اناث به عتبه بوسی جمع شده بودند و مجلسِ علما و فقرا منعقد گشته، خادم معروض داشت و آبِ زم زم حاضر کرد۔ امر شد که: بعد از نمازِ [۵ب]عشاء و طعامِ عشاء این آب را صرف نماید۔ بعد از نماز خادم آن تبرك آورد۔ حضرتِ شیخ به حضار فرمودند که:در حدیثِ رسول علیه الصلوۃوالسلام واقع است که: به هر نیتی که آبِ زم زم خورد و دُعا کند، مستجاب است(۱۱)۔ هر کس بعدِ نوشیدنِ آب به مدعای دل خواه دُعا کرد۔ چون نوبت به حضرتِ شیخ رسید، آن تشنهٔ لقایِ نبویؑ وآن مشتاقِ جمالِ مصطفویؑ لب باین حاجت کشود که: قاضی الحاجات! سببی سازو مرا[۷] به راهِ مدینه انداز۔ این استدعا نموده آب باین آب و تاب تناول فرمودند۔ آتشِ شوق اشتعال گرفت ـطرفه آبی بود که کارِتفت نموده۔ یك پهر شب مانده، بی طاقتانه برخاستند و راهِ کعبه گرفتند۔ مردمِ بیرون باین گمان که اندرون رفتند و مردمِ اندرون باین یقین که بیرونند۔بعد از دیری معتقدان خبراز برون ودرون گرفتند۔ آن شیخ بی چون راه فارغ از چون و چرا یافتند، بعد از نمازِفجر هر سودویدند۔ چندی از متفحص به دروازهٔ شهر رسیدند۔ دیدند هیزم کشی پشتاره برسر گرفته داخلِ شهر می شود۔ ازان بی نشان نشان خواستند،او خاطر نشان کرده نشان داد که در فلان صحرا شیخ را دیدم که می رفتند۔ متجسسان چون نسیم هرسو[٦ الف]شتافتند و مانندِ گرد باد سربه صحرا زدند[۸]، چه بیند که درمکانی آن راحتِ جان عصای مبارك برزمین زده، ادایِ نمازِ چاشت می فرمایند۔ اصحاب بسانِ سحاب گردِ آن آفتاب جمع آمده، لب به تضرع وزاری کشودند وازارادهٔ سفر ملتمس گشتند که به کدام سمت عزم بالجزم شده؟ فرمودند: به طرفِ کعبه شریفه و مدینه منوره عزیمت افتاد۔ ازین قصد احترازنمی توان کرد۔ هر چند عرض نمودند: مقرون به اجابت نشد۔ لاچار التماس نمودند که: از جمله مخدوم زادگان[۹] هر کرا امرشود،

برمسندِ ارشاد [۱۰] بنشینند(۱۲)- فرمودند: برخوردارِ کلان خالی از نشانهٔ جنون نیست- برای ارشادِ سالك مجذوب نه باید- برخوردارِ دوم نه لائقِ این کاراست و آنکه از همه خرد است، نوکری قبول کند-این وصایا فرموده روانه شدندو به منزلِ مقصود رسیدند- در مدینه سکینه ساکن شدند- بعد از چندی در آخرِ شب برای اداءِ نمازِ تهجد برخاستند- جائیکه خمِ آب بود، تشریف فرمودند- قدم مبارك به لغزید- درشبِ تاریكِ اشتیاقِ یار پای اختیار شکست -آن قاصدِ طریقِ شوق عهدِ تازه بامختارِ حقیقی بست- دست از علاج کشید واین درد به مداوانه رسید [۱۱] - ندا آمد که: ای[٦ ب] گریز پای قدم از جادهٔ محبتِ یار نه خواهی کشید، باین صورت بردرِ حبیب نشاندند و مابقی حیات درکویِ جانان فشاندند وباز تا ایامِ حیات ازان مکانِ شریف بر نخواستند- رحمة الله علیه

القصه صاحبزادهٔ سومی که مامورِ نوکری شده بودند-از گجرات به دهلی تشریف آوردند- موسیٰ خان(۱۳) در آن وقت صدر الصدورِ عالمگیر بود- باشندهٔ گجرات و از احوالِ باکمالِ حضرت شیخ قدس سره واقف الحال -خلفِ نامدار رقعه نوشته از آمدنِ خود به خانِ صدارت نشان اطلاع بخشیدند- به مجرد شنیدنِ خبر سواری فرستاده،مخدوم زاده را طلبیده، استفسارِ احوال نمودند- صاحبزاده فرمودند که: بموجبِ ارشادِ حضرتِ شیخ به ارادهٔ نوکری آمده ام [۱۲] - همان ساعت بردرِ [۱۳] ظلِ سبحانی خان صداقت نشان رفته، از تشریف آوردنِ ایشان معروض داشت- حکم کرد که: طرفِ شب وقتِ خلوت مخدوم زاده را بیارید- بموجبِ حکم موسیٰ خان درخلوت برد- ملاقاتِ سلطانِ عصر میسر آمد- ظلِ سبحانی پرسیدند:باعثِ تشریف آوردنِ شما به دهلی چه باشد؟ صاحبزاده فرمودند: از حضرتِ شیخ مامور به نوکری شده ام- سلطان پرسید که: حضرتِ شیخ به کدام تاریخ روانه حرمین الشریفین شدند؟ مخدوم زاده فرمودند که: بیست و ششم رجب- عالمگیر گفتند [۱٤] که: واقعه نگارِ گجرات

تـاريـخِ تشـريفْ برونِ ايشان بيست وهفتم داخلِ واقعه نموده[۷الف]۔ صاحبزاده جـواب دادنـد كه: بيست وششم بود(١٤) ـواقعه نگار شب را در روز محسوب نموده باشد۔ مدعا اين بود كه عالمگير بادشاه حافظه و يادداشت و خبرداری باين مـرتبه داشت كه مقدماتِ جزوی كه ممالكِ محروسه می گذشت، فراموش نمی كـرد۔ بـادشـاهِ حـال مقدماتِ كلی را نسياً منسياً نموده۔ سلاطين را چنين غفلت نمی بايد و باين مرتبه فراغت نمی شايد۔

بـعد ازان فرمودند كه: عالمگيراز صاحبزاده پرسيدند كه: اسپ بادا غ داريـد۔ ايشـان فـرمودند كه: خريد خواهم كرد۔ به موسیٰ خان حكم شد كه: هـزار روپيـه بـه مـخـدوم زاده از خزانه بدهند و صدی منصب دادند و تعيناتِ گـجـرات نـمـودند، تاكه نزدِ والدهٔ خود باشند و حاضری به مهرِ والدهٔ ايشان مـنـظـور دارنـد و اسـنـادِ جاگير درست كرده به بفريسانند۔ پان صد روپيه را دوراس اسپ خـريـده بـه دا غ رسـانيـدند وپان صدروپيه خرچ راه كرده خود رانزدِ [۱۵] والـدهٔ خود رسانيدندو در همان شب رخصتِ گجرات حاصل شد۔ بعدِ استماع اين فوائد كمترين رخصت يافت ۔ الحمد لله علی ذلك

مجلسِ سوم: روزِيك شنبه تاريخِ ششم ربيع الثانی سنهٔ واحد [۱٦] دولتِ پای بوسی حاصل شد۔(١٥) ذكر در انقلابِ زمانه و فنای عالمِ حادث [۱۷] افتاده بود۔ فـرمـودنـد: نـزدِ اهلِ تحقيق آناً فاناً حالتِ فنا و بقا جاريست ونظرِ عوام ازين معنی عـاطـل و غـافـل،[۷ب] مثلاً: پُـر جـوی آب كسی نظر كند آبجو محسوس می شود، امافی الحقيقت آن آبی كه در اوّل دهله منظور شده آن آب نيست۔ ازبسكه بـه تـنـدی و جـلـدی می گذردوپی به پی می رسد، نظرِ ناظر تشخيص نمی تواند كرد۔ باز به طرزِ [۱۸] ديگر عنايت كردند كه: شعلهٔ چرا غ در نظرِ نظارگيان متجلی اسـت، امـا آن شـعله كه مرتبهٔ اول سر كشيده در عالمِ فنارسيده، تافهٔ ديگرجایِ او قـائـم مـقام گرديده۔ پس فنا و بقا متصلِ هم ديگر است، بلا تفاوت وقوامِ عالم بر فنا و بقاست ـبعدِ استماع اين فوائد كمترين رخصت يافت۔ الحمدلله علی ذلك

مجلس چهارم: روزِ پنج شنبه تاریخِ دهم ربیع الثانی سنهٔ احد دولتِ پای بوس حاصل شد- آینده معروض داشت که: دیروز بتاریخِ نهم بجای فرخ سیر بادشاهِ هندوستان رفیع الدرجات(۱٦) خلف نامدار رفیع الشان(۱۷) پسرِ بهادر شاه مرحوم(۱۸) برتخت نشست- از کمترین پرسیدند- معروض داشت که: رفیع الدوله(۱۹) مسموع شد- فرمودند: ماهم چنین شنیده ایم- ناقل عرض نمود که: سکهٔ بادشاهِ حال که منظوم شده این است:

زد سکه به هند با هزاران برکات

شاهنشهِ بحر و بر رفیع الدرجات

فرمودند: قولِ شما مدلل است- بعد ازان عنایت فرمودند که: بیست و هشت اسمِ باری تعالیٰ است که قوامِ اسمایِ عالمِ کون ازان است و هم چنین بیست وهشت[۸الف] اسمای کونی است مقابلِ اسمای الٰهی که این اسمادران اسما مؤثر اند- پس اسمای الٰهی رب و اسمای کونی مربوب اند- آخر اسماء الله اسمِ رفیع الدرجات است و آخر اسمای کونی اسمِ انسان و این اسمِ انسان فائض است- ازان اسم رجای واثق است که عصرِ این سلطان اگر چندی امتداد کشید جماعتِ انسان کامیاب شوند- رعایا وبرایا مصئون و مامون باشند- حضارِ مجلسِ همایون برای جمعیتِ خلائق و استقلالِ سلطانِ عصر التماسِ فاتحه نمودند- فاتحه اداکرده بشاشت بر چهرهٔ مبارك ظاهر شد و فرمودند [۱۹] که: هر چند که بلوای معلوم می شود، لیکن دشمن را از عوام الناس شکست خواهد رسید- همه اهلِ محفل را یقین گشت که عصرِ این بادشاهِ نامدار بهترین عصر های سلاطینِ ماضیه خواهد بود ورفاهیتِ خلق الله بیشتر به ظهور خواهد آمد- بعدِ استماعِ این فوائد کمترین رخصت یافت- الحمدلله علی ذلك

مجلسِ پنجم: روزِ جمعه تاریخِ یازدهم ربیع الثانی دولتِ پای بوس حاصل شد- از خاکسار پرسیدند که: نمازِ جمعه به کدام مسجد ادا شد؟ معروض داشت [۲۰] که: در مسجدِ جامع دهلی- امروز بادشاهِ عالم و عالمیان

رفیع الدرجات تشریف آورده بودند و خطبهٔ شاهنشاه خواندند۔ نواب قطب الملك یمین الدوله(۲۰) و نواب امیر الامرا[۸ب]سپه سردار وغیره امرایِ عظام و خوانینِ ذوالاحترام تسلیمات و کورنشاتِ تهنیت[و] مبارك باد بجا آوردند۔ به خطیب خلعت عطا شد۔ عزیزی از حضار معروض داشت: روزیکه بادشاهِ با [۲۲] برکات رفیع الدرجات براورنكِ سلطنت نشست ۔افواجِ مرهٹه قابو طلب که منتظرِ فسادبودندو می خواستند که در آغازِ مفسده شهرِ دهلی را غارت نمایند [۲۳]۔ یك مرتبه سکنهٔ شهر بلوای عام کردند بر فوجِ کفار شکستِ عظیم روی داد و از قلعهٔ بادشاهی تانخاسِ شهر در هر کوچه و بازاراز کشته ها پسته ها افتاده بود و اکثر سردارانِ کفار باتوابع ولواحق به جهنم رسیدند۔ از غیب به تائیدِلاریب شکست برافواجِ اشقیابه ظهور آمد، ذلیل وخوار و بی اعتبار گشته، به بنگاهِ خود که در وزیر آباداست، شتافتند۔ هر چند امان می خواستند، میسر نیامد۔ غرورِآن جماعت باعثِ عبورِ جهنم گردید۔

عزیزِ دیگر معروض داشت: درین بلدهٔ متبرکه ولیٔ مدفون است و آن ولی وصیت فرموده بود که: بعدِ واقعهٔ من قبررا عمیق ساخته دفن خواهید کرد، تا استخوانِ من در مدفن خواهدبود۔ حق سبحانه و تعالیٰ دهلی را از جمیع آفات و مهلکات و مکروهات محفوظ خواهدد اشت۔

عزیزی دیگر عرض نمود که: جنابِ ولایت مآب قطب الاقطاب حضرت شاه قطب الدین بختیار کاکی [۲۴] قدس سره(۲۱) خواهند بود۔فرمودند که: من[۹الف]نیز در رساله این نقل دیده ام۔ فی الحال اسم مبارکِ ایشان درخاطر نیست و تحقیق چنین است و اثرِ فرمودهٔ ایشان بود که به ظهور آمد۔ قادر کریم از فضلِ عمیمِ خویش [۲۵] بندگانِ [۲۶] خود را از تهلکهٔ عظیم نجات داد و عاقبت بخیر انجامید۔

یکی از حضار معروض داشت که: بالفعل ذاتِ مبارکِ حضرت سلمه الله تعالیٰ باعثِ نجاتِ سکنهٔ این شهر شد۔ سرمبارك درپیش افگنده بمسکنت وعجزِ

خویش اعتراف نمودند[۲۷] ـ بعد ازان کمترین رخصت یافت۔ الحمدلله علی ذلك

مجلسِ ششم: روزِ دوشنبه تاریخِ چهاردهم شهرِ ربیع الثانی سعادتِ قدم بوسی حاصل شد۔ عزیزی آمده ملازمت نمود۔ فرمودند: بعد از مدت آمدنِ شماشد۔ معروض داشت که: به سببِ آزار از اشتیاقِ قدم بوسی مقصر بودم۔ استفسار نمودند۔ عرض نمود: آزارِ نقرس داشتم۔ فرمودند: ماهم درین آزار مبتلائیم۔ شماچه علاج کرده بودید که تخفیف شد؟ التماس نمود که: جلاب بسیارنفع کرد ودر طشتی آبِ گرم پُرکرده هر دو پای می گذا شتم، الم بر طرف شد۔ فرمودند که: مانیزجلاب بسیار خورده ایم و سالِكِ سریه را باسرکهٔ انگوری سائیده ضماد کردیم۔ از فضلِ ایزدی نفعِ عظیم بخشید۔ آن عزیزعرض نمود که: از چه مدت این الم مزاحمِ قدمِ شریف شده؟ فرمودند که: دراوائلِ سلطنتِ بهادر شاه جهتِ سیربرآمده بودم[۲۸] و پاپیاده آمد ورفت واقع شد۔ بعدِ رسیدنِ [۹ب]خانه یك شب و روز اثری ازالم پیدانبود و فردایِ آن روز ظاهر شد و المی مستولی گشت۔ بعضی اعزه حمل برلغزشِ قدم نموده در علاجِ آن کوشیدند۔ حکیمی آشنابود ـ بعدِ ملاحظه آزارِ نقرس مقرر کرد۔ از خوردنِ جلاب و ضمادِ مذکور صحت حاصل شد۔ این مرتبهٔ چهارم است که عودمی کند۔آن عزیز معروض داشت که: من درهر دو پای این آزار دارم۔ فرمودند: درپای چپِ ما این آزار می شود و این مرتبه که جلاب بسیارخورده شد[۲۹] ، تا حال نقاهت باقی است۔ از لبنیات و غذای ترش و بادی پرهیز داریم۔ آن عزیزعرض کرد که: من هم مدتها پرهیز کردم۔ چون امتداد کشید الحال همه چیز های خوردنی خورده می شود۔

فرمودند که: حضرت یعقوب علی بنینا وعلیه الصلوٰة والسلام را[۳۰] آزارِ عرق النسا مستولی شد و این در دیست که از سرین ظاهر می شود، تاپشتِ پا[۳۱] و مادهٔ نقرس و عرق النسایکیست۔ حضرت یعقوب علیه السلام بسیار بی طاقت شدند۔ در اطعمه ایشان را گوشتِ گردنِ شتر بسیار

میلانِ طبیعت بود۔ دُعا کردند و به حکیم علی الاطلاق عهد بستند: اگر این آزار دفع شود، تما م عمر گوشتِ مذکورنخورم۔ از خلوت خانۂ غیب خلعتِ شفا عطا شد۔من بعد این آزار بازنشد۔

یکی از حضار عرض نمود که: از ماکولات ترك کردن جهتِ حصولِ مدعا اثر دارد۔ فرمودند: بساکس [۳۲] این عمل دارند[۱۰ الف] که برای انجامِ مقاصد جمع ترکِ بادنجان و بعضی چیزهایِ دیگر می کنند و سالهانمی خورند۔وقتیکه مطلب حاصل می شود [۳۳]، به فقرا و غربا تقسیم کرده می خورند۔ این عمل [۳٤] سنتِ حضرت یعقوب علیه السلام است که به عمل می آرند۔

بعد ازان مذکور بادشاهِ جهاندار بابرکات رفیع الدرجات آمد که خیلی فهمیده وطورش بطورِ عالمگیر بسیار مانند است، اما از سادات اگرچه کار درست بسیار به ظهور آید، لیکن رفاقت و مروت را شایان نیست۔ فرمودند:ماچرا نظر برقدرتِ قادر قدیرنکنیم که برعملِ بنده و تدبیرِ اوفعل الحکیم لایخلوعن الحکمة :

خود می کند و بهانه بر عالم نهاد

عزیزی دیگر معروض داشت که: دیروزاز زبانِ ناقلی چنین مسموع شد [۳۵] که: نواب قطب الملك یمین الدوله به عرض اقدس رسانیدند که: در خاطرِ ماخانه زادان هرگز ارادۂ فساد و عزلِ سلطنت ازسلطان معزول نبود، اما از مدتِ مدید به [۳٦] اغوای بعضی مخالف در سروخفته و کشتنِ مایان که جان و مالِ خود را فدایِ ایشان کرده بودیم، شده بود۔ لاچار مخلصی خود را درین یافتیم که به عمل آمد۔ ظلِ سبحانی در جواب فرمودند که: مارا بر اورنگِ سلطنت نشاندن و شمارا برین قصد آوردن قدرتِ کامله وحکمتِ بالغۂ اوست جل شانه و قبل ازین درخواب دیده[۱۰ ب] بودیم که شخصی انگشتری آورده مارا دردست داد و گفت: این انگشتریِ حضرت سلیمان علیٰ نبینا و علیه الصلوٰة والسلام است که از غیب عطاشده۔ بعدِ بیداری خواب خیال تصور نمودیم۔ پس از چند روز باز

درنوم معاینه شد که پیشِ بارگاهی مرا حاضر کردند و جمعِ کثیر حاضر بود۔ شخصی از بارگاه برآمد و دستِ مرا بدستِ شخصی داد و گفت که امر بردستگیریِ این شده ،معلوم شد که ایشان حضرت ۳۷ صدیقِ اکبر بودند رضی اللہ تعالیٰ عنه و حکمِ محکم پیغمبر بود صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم ۔باز صدیقِ اکبر دستِ مرا به دستِ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنه دادند و ایشان بدستِ حضرت امیر عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنه دادند و ایشان بدستِ حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجهه داد ند و ایشان بازویِ مرا گرفته برتخت نشاندند۔

بعدِ بیداری این خواب را بقیدِ تاریخ بر کاغذی نوشته گذاشتم و دیدنِ این واقعه راسه ماه گذشته الحال اثرِ آن ظاهر شد۔ فرمودند که: این نقل مُویدِ قولِ ماست، در جمیع امورِ فاعلِ حقیقی راتصور باید کرد۔ درین ضمن خادم عرض نمود که: سید فیروز علی خان آستان بوسی رسیده، فرموده۔ بعدِ ملازمت معروض داشتند که: حضرت نظام الملت والدین سلمه اللہ تعالیٰ عرضِ کورنش وآدابِ قدم بوسی بجا آوردند۔ فرمودند: سلامت باشند ۔ یکی از حضارِ مجلس به خان مذبورپرسید که : عریضه هم فرستادند۔ سید فیروز علی خان گفتند[۱۱ الف] که: زبانی پیغام التماس نموده بودند۔ فرمودند: چه احتیاجِ مکتوب است؟ ایشان خود مکتوب اند و رویِ مبارك بسویِ خاکسار کرده عنایت فرمودند که: مکتوبِ دیگر ایشانند، به ازیشان مکتوبی نمی باشد۔ ازین تفضل حلاوتِ عظیم جلوه نموده و رقتِ عمیم روی داد۔این چه معیت و قبولیت است۔ حضرت بنده نواز را به جنابِ اقدس حضرتِ ولایت مآب که خاکسارانِ آن درگاه باین احترام معزز گشته:

خورشید کجا ذرۀ آواره ۳۸ کجا

آری تو کجا و منِ بیچاره کجا

بعدِ استماع این فوائد رخصت یافت۔ الحمد لله علی ذلك۔

۳۹ مجلسِ هفتم: روزِ پنج شنبه تاریخِ هفدهم ماهِ ربیع الثانی سنۀ احد

دولتِ پای بوس حاصل شد۔ نیاز نامۂ حضرت غریب نواز که از خجسته بنیاد رسیده بود۔ کمترین به نظرِ مبارك گذرا نید۔بعدِ مطالعه به خاکسارعنایت نمودند [۴۰] ۔ عقیدت آئین زیارتِ خطِ نازنین نموده، بدستِ همایون داد۔ راحتِ بی اندازه از خواندن آن رو ی نموده و نور دیده از نظارۂ آن افزود۔مندرج بود که غلامِ این درگاه [۴۱] برادرِ خواجه محمد نور الدین در دهلی رسیده، امیدوارِ تفضلاتِ آنجناب است۔ ازین سفارش سربه اوجِ اعلیٰ افراخت وازخوش وقتیِ خود را باخت بی اختیار رقتِ موفوره روی نمود۔ درین ضمن مذکور شد که فلان کس ترکِ صلوٰة مفروضه کرده۔ باوجودیکه تاکید کرده می شود، اثر نمی کند و انحراف[۱۱ ب] می ورزد۔ رویِ مبارك بسویِ خاکسار نموده [۴۲] فرمودند که: معشوق طوسی(۲۲) اسمِ ایشان احمد یا محمداست۔شبی از غلبۂ شوق و شورشِ ذوق از خانه برآمده در آبِ یخ که از سرما بسته بود،خود را انداخت۔ بمقتضایِ بشریتِ وجود انسانی [۴۳] روبه بی طاقتی آورد۔ حالتش نزدیك به هلاکت رسید۔ هاتف آواز داد که: ای احمد!چرا خود را هلاك می کنی؟ بیرون برآی۔ شیخ گفت: هرگز نیایم۔ تاحالتِ قربِ خود معلوم نکنم۔ فرمان شد: ناپرسیده تُرادر بهشت در آرم۔ گفت: برین بسنده نکنم۔ ندا آمد که: اکثر خلائق را به شفاعتِ تو جنت نصیب کنم۔ گفت: برین هم اکتفانمایم [۴۴] ۔ جواب آمد که: اکثر اولیا مرتبۂ تُرا دیده درخواست نمایند که کا شکی ماتراب می شدیم که احمد پایِ خودرا برمامی گذاشت۔ گفت: برین هم کفایت [۴۵] نکنم۔ ندا رسید که: خلعتِ معشوقی برتو پوشیدیم۔ بیرون برآی۔ شیخ علیه الرحمة خوش وقت شد و التماس نمود۔ الحال ایاك نعبدواياك نستعین(۲۳) چگونه بخوانم؟ فرمان شد: اند کی باش که ازین ورطه بر آرم۔ فی الفور شیخ مجنون ولایعقل گشت واداِی صلوٰةِ خمسه بموجبِ حکمِ شرعِ شریف معاف شد۔

بعد ازان فرمودند که: بعدِ قبولیت نازاست، اوّل ناز بردار بهم رسد۔ بعد

ازان ناز باید کرد و ملائمِ این معنی نقلِ دیگر فرمودند که: حضرت سلطان ابوسعید ابوالخیر(۲٤) درنواحِ طوس رسیدند، توقف فرمودند۔ داخل شهر نشدند۔ خادم را[۱۲الف] نزدِ معشوق طوسی فرستادند(۲۵) که: آمدنِ ما درین شهر شده، بدونِ امرِعالی داخلِ بلده نمی توانم شد۔چون خادمِ سلطان نزدِ احمد طوسی رسید۔ ادای رسالت نمود۔ شیخ فرمودند: بیایند بیایند۔ همین که این لفظ از[٤٦] زبانِ مبارك برآمد و استرضای ایشان حاصل شد۔ پیش از رسیدنِ خادم سلطان اجازتِ معشوق را به نورِ باطن در یافته، داخلِ شهر شدند۔ خادم درعینِ شهر پیغامِ معشوق طوسی رسانید۔ بعد از چندی سلطان علیه الرحمة برمسندِ وعظ نشسته خلق را پند می فرمودند۔ در اندك زمانی آن قدر سخنِ مبارکِ ایشان بلند و مؤثر شد که حضار اکثر قالب تهی می کردند و جان به جانان می سپردند و غلوِ خلائق آن قدر شد که درعید گاه مجلسِ وعظ منعقد می فرمودند۔ شخصی گرمیِ مجلسِ[٤٧] همایون سلطان را در مجلسِ معشوق طوسی نقل کرد۔ شیخ احمد قدس سره فرمودند: فردا ماهم در مجلسِ وعظ حاضر خواهم شد۔ بموجبِ وعدهٔ معشوق طوسی هنگامیکه سلطان برمنبر برآمده و سرگرمِ موعظت شده بود از درد ر آمد و دربندِجامهٔ خود گره زدو از درِدوم در برآمد۔ سلطان راسخن بند شد۔فی الحال از منبر فرودآمد و غقبِ معشوق فریاد کنان دویدو می گفت: ای معشوق! بند از جامه واکن که فیوضاتِ غیبی همه بند شده و عرش و کرسی در حلقهٔ کمند آمد۔ معشوق[۱۲ ب] گره ازجامه[٤۸] وا کرد۔ سلطان علیه الرحمة باز گشت برمنبر برآمد و شروع به پند نمود(۲٦)۔ چنین مردم صاحبِ اقتدار بی وجهٔ شرعی ترکِ صلوٰة نمی توانستند کرد۔ بعد ازان فرمودند که: ادایِ صلوٰة مصلی را ازفحشا ومنکر بازمی دارد۔

شخصی از حضار عرض نمود که: کتابِ فصوص [الحکم](۲۷)به خطِ مصنف در کتب خانهٔ فرخ سیر بود۔ درایامِ سلطنت به فلان شخص که لائقِ انعامِ

آن نه بود، بخشید۔ فرمودند: کتابی که به خطِ مصنف می باشد، دو چیز ی دارد:

یکی آنکه دستِ مبارك آن عزیز بیشتر مساس کرده، ازین راه تبرك است۔

دوم آنکه بر صحتِ آن اعتمادِ وافر متحقق است و این مخصوص کلامِ اولیاء اللـه ست کـه کسبِ فیوضـات ازان می شود۔ رویِ مبارك بسویِ کـمترین کرده پرسیدند که: در کتب خانهٔ شیخ مایعنی حضرت نظام الملت والدین این کتاب هست؟ کمترین معروض داشت که: دو جلد بود۔یك جلد شخصی بعاریت برده وباز نیاورده و دومی در کتاب خانه هست۔

بـعـد ازان فـرمـودند که: تالیفِ کتاب یادگارِ مصنف است۔اگر تالیف خـوب شـود، نـامِ مـصنف باقیست، هم چنین خلف الشیخ ۔اگر شیخ را یك مرید خوب بدست آید، رونق افزایِ سلسله می شود و نامورِ هر بلده۔ چنانچه در تـمـام غـزل اگـر یك بیـت بـر مـضمونِ خوب وارد شود، کـافیسـت۔ دراصطـلاحِ شعـرا آن را بیت الغزل می نامند۔ این فوائد را[۱۳ الف]بسیاربه بشـاشـت و خـوش وقتـی ادا فـرمـودند۔ خاکسار یقین دانست که درین پرده تـعـریفِ حـضـرت بـنده نواز می فرمایند که در خلفایِ حضرت ولایت مآب چـنیـن خـلیـفه خلف به ظهور نیامده که مشهورِ آفاق شده باشد، مگر جنابِ حـضرت غریب نواز و دلیلِ عقیدهٔ این عقیدت مند ظهور بشافت۔ آنحضرت مـدظـلـه بـود ومکرر دیده که هر گاه اسمِ مبارکِ حضرت نظام الملت والدین مذکور می شود [۴۹]، بشـاشـتِ نـمایان و خوش وقتیِ بی پایان ازچهرهٔ باهرهٔ حـضرتِ ولایت مآب سلمه الله تعالیٰ ظاهر می گردد [۵۰]۔ آری ذکرِ حبیب مر حبیـب را چنین است۔ معیت و محبتی که فیما بینِ این دو صاحبِ کمال معاینهٔ ایـن خـاکسـار شـده، زبـانِ قلم از تحریرِ آن [۵۱] لال اسـت۔ الـلهـم ارز قناحب الشیخین فی قلوبنا۔ بعدِ استماعِ این فوائد رخصت یافت۔ الحمد لله علی ذلك

مـجلسِ هشتم: روزِ جـمـعـه تـاریـخِ هژدهم ربیع الثانی دولتِ پای بوس حـاصـل شـد۔ دریـن ضـمـن عـزیـزی از مـخلصان آمده ملازمت نمود۔ ایثار

گذرانید، قبول نمودند۔ بعدِپُرسشِ احوال پر سیدند که: خبرِ بادشاه گردی به شما کی رسیده بود؟ عرض نمود که: در دوپهر روزِ گذشته یوم رابع نهم ماهِ مذکور این خبر شائع شد، طرفه هنگامه روی داده بود وفتنهٔ عظیم قائم شده، اما از فضلِ ایزدی متصلِ این خبرِ وحشت اثر نویدِ نشستنِ تخت بادشاهِ [۱۳ب]دین پناه بابرکات عالی درجات به سمعِ خلائق رسید، این است روی داد و الافساد بیشتر می شد۔ کمترین عرض نمود: از جائیکه عزیز آمده است از دارالخلافه چند کروه است؟ فرمودند: سی وشش کروه۔ خاکسار معرض داشت که: قاصد غلام از اکبر آباد که هشتاد کروه فاصله دارد، روزِ جمعه تاریخِ یازدهم وقتِ صبح روانه شده بود۔ بیرونِ شهر قاصدی ملاقی شد واین خبر رسانید۔ درِ عرصهٔ ده پهر این خبر به هشتاد کروه رسیده، جای تعجب است۔ آن عزیز التماس نمود که: درین روز ها اکثر مردمِ خجسته بنیاد با امیرالامرا آمده اند۔ خبرِ خیریتِ حضرت نظام الملت والدین مدظله البته رسیده باشد و عریضهٔ نیاز حضرت غریب نواز[نیز] به نظرِ مبارك گذشته باشد ۔از بشاشت فرمودند که: خطِ ایشان متواتر رسید،اما شخصی آمده با ما ملاقات نموده که از دیدنِ او تسکینِ خاطر حاصل شد، گویا که شیخ رادیدیم۔ آن عزیز التماس نموده که: دیدنِ آن شخص میسر خواهد آمد۔ رویِ مبارك بسویِ کمترین نموده متبسم و بشاش شده ۔از دستِ حق پرست اشاره بابشارت کردند که ایشانند، برادرِ محمد نور الدین، محمد کامگار که شیخِ ما در حویلیِ ایشان سکونت دارند۔ هر دو برادر معروف[و] مشهور اند۔ ازین عنایاتِ وافره وتفضلاتِ شامله که افزون از حوصلهٔ این[۱٤ الف] خاکسارازجنابِ حضرت ولایت مآب به ظهور آمد۔ شوقِ تازه و ذوقِ بی اندازه روی نموده و گریهٔ مستانه مستولی گشت۔ خود را قابلِ این مرحمت نمی دانست، عجب دولتی حاصل شد و طرفه حالتی روی داده۔ آری درگاهِ بی نیازی چنین درگاهی است که نالائقان را خلعتِ لیاقت پوشانند بی هیچ

سببی واهلِ لیاقت را برخاكِ مذلت می نشانند بی هیچ باعثی، هر کرا دولتی روی نمود بی سبب روی نمود که آن را مسبب دا ند:

دادِ حق را قابلیت شرط نیست
بلکه شرطِ قابلیت دادِ اوست

چون این بی بود و سكِ درگاهِ آن معشوق است و قلاوهٔ محبت در گردن بسته۔ ازین جهت با ین تفضلاتِ مخصوص گشته:

سك چوشد منظور نجم الدین سگاں را سرور است
دولتِ دنیا و عقبیٰ بی سبب حاصل شود

هر که لائق دید خود را لائقِ این کار نیست

رتبهٔ حضرت غریب نوازرا باید دید و قبولیتِ آن جناب را تصور باید کرد که سگی از سگانِ آن درگاه درین بارگاه باین احترام رسیده:

من خاكِ کفِ پایِ سكِ کوی کسی ام
کو خاكِ کف پای سكِ کویِ تو باشد

آن عزیز برخاست و بافقیر معانقهٔ عاشقانه بجا آورده۔ بعد از ساعتی برخاستند و حضارِ مجلسِ همایون را رخصت فرموده کمترین را عنایت کردند۔ امروز بعد از نمازِ جمعه طعامی خواهد رسید[۱٤ ب]۔ کمترین عرض نمود که: نمك پروردهٔ همین درگاهم و چاشنی خورِ این بارگاهم۔ اگر امرشود همین جا باشم و بخوردنِ الوانِ نعمت سر به اوجِ اعلیٰ افرازم۔ فرمان شد که: بارفقاباید خورد۔ سجداتِ شکر آن ولیِ نعمت بجا آوردم و رخصت یافتم۔ الحمد لله علی ذلك

مجلسِ نهم: روزیك شنبه تاریخِ بیستم ماهِ ربیع الثانی سنهٔ احد دولتِ پای بوسی حاصل شد۔ درس تفسیرِ مدارك (۲۸) و بیضاوی شریفین (۲۹) می فرمودند و علما همه حاضر بودند و استفاده می نمودند۔ درعینِ درس

برمحلی این قصه تقریر نمودند تا حضار مستفید شوند۔ فرمودند: حضرت رسالت صلی الله تعالیٰ علیه السلام از مدینه منوره جهتِ تنبیه برلشکرِ کفار برآمدند و آن جماعتِ تاجر بودند که به مکه شریف امتعه و اقمشه می بردند۔ ابوجهل وغیره روساءِ مکه خبراز فوجِ اهل اسلام یافته باجمعِ کثیر برای اعانتِ تاجران که نزدیك به مکه رسیده بودند، برآمدند۔ بعدِ استماعِ این خبر حضرت رسالت پناه صلی الله تعالیٰ علیه وسلم مصلحت با غازیانِ اسلام فرمودند که: مارابرسرِ تاجران که فوجِ قلیل دارند، باید رفت یانیز [۵۲] تنبیهٔ ابوجهل که لشکرِ کثیر دارد، متوجه بایدشد۔ جماعتِ [۵۳] صحابه رضی الله تعالیٰ عنهم نظر بر غنیمتِ کثیر و جمعیتِ قلیل نموده، معروض جنابِ اقدس نمودند که: برتاجران باید شتافت۔ رایِ صائب رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم مقتضی[۱۵ الف] برین گشت که تنبیهٔ ابوجهل وغیره کفار بهتر است ،از غنیمتِ تجار۔ درین مشورت بودند که جبریلِ امین به فرمانِ ربِ جلیل جل جلاله آمده، ابلاغ نمود که فرمانِ قضا جریان چنین شرفِ صدور یافته که: یا محمدًا! شمارا مختار کردیم برفتحِ ابوجهل و رفقایِ او یا [۵۴] برنصرتِ جماعتِ تجار و غنیمتِ آنها۔ ازین هر دوفتح هرچه خواهند، مختارند۔ آنحضرت علیه السلام بمقتضایِ همتِ ذاتی و شجاعتِ ازلی بر فتحِ جماعتِ ابوجهل اکتفا فرمودند۔ از اشارهٔ غیبی و تائیدِ لاریبی متوجه لشکرِ ابوجهل شدند۔ اهلِ تفسیر می نویسند که: در آن وقت دررکابِ سعادت آنحضرت علیه السلام از غازیانِ اسلام سه صدو سیزده نفربودند۔ ازانجمله شش سوار و چند زره پوش بودند ۔ ابوجهل شنید که کاروان [۵۵] را گذاشته رسولِ اکرم صلی الله علیه و اله وسلم متوجه به لشکرِ من شده اند۔ محظوظ و خوش وقت شد۔ برکثرتِ لشکرِ خود مغرور گشته، به مقابلهٔ اهلِ اسلام شتافت۔ در اندك فرصت مقابله واقع شد۔ آنحضرت صلی الله علیه واله وسلم علو و جمعیتِ کفار را معاینه فرموده، دست به دُعا

برداشتندو استدعا نمودند: اگر این جماعتِ مسلمین که درین جنگ رفیقِ من اند، کشته شوند، هیچ کس از امتِ من نخواهد ماند که تُرا سجده کند۔ رویِ مبارک سویِ کمترین کرده فرمودند که: این دُعایِ آنحضرت صلی الله علیه واله وسلم خالی از رمزی نیست۔ خاکسار عرض نمود که: ناز و نیاز یست۔ مشعر بر مرتبۂ معیت و یگانگی متبسم شده فرمودند که: دُعایِ رسول الله صلی الله علیه واله وسلم مقرون به اجابت شد۔ حضرت جبرائیلؑ و میکائیل باجنودِملائکۂ کرام هم[۵۶] به مدد و اعانتِ غازیانِ اسلام رسیدند و آن سه هزار فرشته بودند، با آن هر دو ملائک مقرب۔

یکی از حضار عرض نمود که: تنهاروح الامین کافی بود[۵۷] ۔آمدنِ اینهمه ملائکه خالی از حکمتِ ایزدی نخواهدبود۔ فرمودند: فی الواقع اماحکمتِ بالغه و قدرتِ کاملۂ حکیم علی الاطلاق در فرستادنِ ملائکه آن بود که جماعتِ فرشته به صورتِ اهلِ عرب مشگّل شده و لباسِ محاربه بود۔ بعد از استماعِ این فوائد کمترین رخصت یافت۔ الحمدلله علی ذلك

مجلسِ دهم: روزِدوشنبه[۵۸] تاریخِ بیست و یکم ربیع الثانی دولتِ پا ی بوسی حاصل شد۔ مقابلۂ کتاب شرح الصدور بشرح حال الموتیٰ و القبور(۳۰) می کردند۔ بعدِ مقابله ترجمۂ عبارتِ عربی فرمودند که: حضرت رسالت پناه صلی الله تعالیٰ علیه وسلم جماعتِ اصحابِ کبار را جهتِ تنبیۂ کفار فجار تعین نموده بودند۔بعدِ مقابلۂ مقاتله و اقع شد[۱۶ الف]۔اکثر اصحاب رضی الله تعالیٰ عنهم اجمعین به درجۂ شهادت رسیدند۔ از لشکرِ کفره فجره یکی نزد سردارِ لشکرِ اسلام آمده، عرض کرد که: مسلمان می شوم۔ کلمۂ طیبه برمن عرض نمائید۔ پرسیدند که: باعثِ رغبتِ اسلام چیست؟ گفت که: من معاملۂ مسلمانی دیدم۔ تختی مابینِ سماپیداشد۔ ملائکه اورا بران تخت نشانده، بالا بردند۔ از نظرِ من غائب شد۔ عظمتِ اهلِ اسلام معاینه نموده، می خواهم به شرفِ اسلام مشرف شوم۔ سردارِ لشکر

تفحص نموده جماعتِ مسلمین که در زمینِ معرکه مقتول بودند۔ یك یك را برمی داشتند و می دیدند که کدام اصحاب با این مرتبه رسیده؟ معلوم شد که حضرت عامررضی الله تعالی عنه بن فهیره(۳۱) بود که درمیانِ کشتگان نیافتند۔ آن منافق مسلمان شد و به طریقِ اهلِ موافق در آمد۔ این کیفت و ماجرا معروضِ جنابِ اقدس نبوی صلی الله تعالیٰ علیه واله وسلم نمودند۔ آنحضرتؐ فرمودند که: عامر بالای فلان آسمان برتخت نشسته است۔ (۳۲)

بعدِ ادایِ این فوائد فرمودند که: همه معجزاتِ انبیای سلف علهیم السلام از ذاتِ بابرکاتِ آنحضرت به وضوح انجامید، مگر جسمِ مبارك که درز مین ساکن شد و حضرت عیسیٰؑ روح الله علیه السلام باجسم به اوجِ اعلیٰ تشریف فرمودند [۵۹]، همانجا ماندند۔ اینهمه مرتبۂ عروج به اولیای امتِ رسولؐ الله کرامت شد۔ بازعبارتِ کتابِ مذکور مطالعه نموده،[۱٦ ب] عنایت فرمود ند که: حضرت اویس قرنی رضی الله تعالیٰ عنه به ایذای اسهال [٦۰] رحلت(۳۳) نمود [٦۱]۔ بعدِ واقعۂ ایشان از لحاف [٦۲] دوپارچۂ سفید برآمدکه هرگز چنان پارچه چشمِ کسی نه دیده بود و به آن نفاست هیچ بافنده نفیس نبافته [٦۳]۔ حضارِ آن وقت را معلوم شد که از غیب است۔ به همان پارچه تکفین کردند۔ چون جنازۂ شیخ در مدفن بردند، قبر تیار یافتند۔ گویا همان ساعت کنده بودند و دست کاری نمودند۔ فی الفور درآنجا دفن کردند ۔ باز فرمودندکه: شیخ را مرتبۂ شهادت عطا شد ۔هر که از اسهال یازیرِد یوار میرد یا مغروق یامحروق شود، شهید است و علمای حدیث هفت سبب را سببِ شهادت مقرر کرده۔ (۳٤)

درین ضمن خادم عرض نمودکه: فلان مخلص دیروز در نمازِ مغرب آمده لاحق شده بود۔ حضرت بدولت بعد از نماز اندرون تشریف بردند۔ مدتی منتظر نشسته بود۔ بندگی عرض کرده رفت۔ فرمودند که: شما معذرت چنین اعزه که بی وقت وارد می شوند،می کرده باشید۔ رویِ مبارك

سویِ کمترین نموده[٦٤] فرمودند که: بعدِادای صلوٰۃِمغرب دُعا می خوانیم و مقرر کرده ایم که در اثنایِ راه این دُعا بخوانیم و اندرون رفته ادایِ سنت می نمایم[٦٥] وسنتِ مؤکده با فریضه توام است که بلا فاصله بی حرف و صوت ادا باید کرد۔ کمترین عرض نمود که: حضرت غریب نواز سلمه الله تعالیٰ نمازِ مغرب به همین طریق ادا فرموده، درونِ حجره مبارك تشریف می فرمایند[۱۷الف] و متابعتِ حضرت ولایت پناه به تقدیم می ر سانند۔ اگر آینده می آید، می نشیند۔ بعدِ دوسه گهڑی شب گذشته ملاقات می فرمایند۔ بعد از استماعِ این فوائد رخصت یافت۔ الحمد لله علی ذلك

مجلسِ یاز دهم: روزِ شنبه تاریخِ بیست و ششم ربیع الثانی دولتِ[٦٦] آستان بوسی حاصل شد۔ اندرون تشریف داشتند۔ خبرِ کمترین[٦٧] رسید، به عنایت اُلشِ طعام امتیاز یافت، آداب بجا آورد[٦٨]۔ بعد از ساعتی در خانقاه تشریف آوردند۔ شکرِ[٦٩] نعمت آن ولیِ نعمت ادا نموده معروض داشت که: روزِ پنج شنبه گذشته به عتبه بوسی رسیده بود۔فرمودند: برایِ زیارتِ حضرت قطب الاقطاب قطب الدین بختیار قدس سره رفته بودیم ونمازِ جمعه در دهلی آمده ادا نمودیم۔ شروع به مقابلۂ[٧٠] کتاب شرح الصدور نمودند۔ چندورق مقابله نموده ترجمۂ عبارتِ غریب تقریر نمودند که: بعدِ رحلتِ حضرت سیدالمرسلین علیه السلام فتنۂ اول قتلِ حضرت امیرالمومنین عثمان بود رضی الله تعالیٰ عنه۔ بعد ازین هر قتالی که بین المسلمین واقع شد، خون بهایِ حضرت عثمانؓ است۔

بزرگی(۳۵) از اولیایِ آن وقت بعدِ این واقعه درخواب دید که دنیا و عقبیٰ را آورده حاضر کردند و درمیانِ این هر دو دیواری کشیده آن[۱۷ب] می فرماید که من خود را زیرِ آن دیوار استاده دیدم۔ چند قدم پیشتر رفتم، جماعتی دیدم نشسته پرسیدم که: شما کیستید؟جواب دادند که: ملائکه۔ پیش رفتم زینه ها به نظر آمد،بالایِ آن زینه ها برآمدم۔ دیدم جوانی و شخصی پیر[٧١] نشسته۔ جوان ذاتِ مقدس حضرت رسولِ کریم صلی الله علیه وآله

وسلم بودو پیری [۷۲] حضرت ابراهیم خلیل الله بود علیه الصلوٰة والسلام۔ شنیدم که: آنحضرت صلی الله علیه وآله وسلم به حضرت [۷۳] ابراهیم خلیل الله علیه السلام می فرمایند که: درحقِ امتِ من دُعا کنید۔ایشان در غضب شده گفتند: چه دُعا کنم در حقِ این [۷٤] امت که مرتکبِ چنین امرِشنیع شده که امامِ خودرا کشته۔ چرا مثلِ سعد حبیب نه کردند که باعثِ نجات می شد؟ بعدِ استماعِ کلامِ خلیل الله علیه السلام بیدار شدم و به طرفِ خانهٔ سعد رضی الله تعالیٰ عنه دویدم و پیشِ ایشان [۷۵] این خواب بیان کردم و پرسیدم که: شماچه کار کردید در مفسدهٔ قتلِ عثمان و کدام طرف بودید؟ سعدؓ فرمودکه: من خود را کناره کشیده بودم۔ الحمدلله که این معنی باعثِ نجاتِ من گشت و موجبِ درجاتِ آن ولی که خواب دیده بود۔ حضرت سعد رضی الله تعالیٰ عنه به او وصیت فرمودو پرسید که: غنائم داری؟ گفت: نه۔ فرمود: ای عزیز ! غنائم بخروشیرِآنها قوت ساز که به از همه کارها است که این وقت[۱۸ الف] ظهر الفساد فی البرو البحر است۔(۳٦)

یکی از حضار عرض نمودکه: خواب و قوعی، مگر خوابِ اولیاباشد۔ فرمودندکه: وقتِ نوم روح از هردو پرهٔ بینیِ نائم برمی آید و سویِ آسمان واطراف واکناف می رودوصعودِ روح ازقبیلِ نورِ خورشید است که متعلق به ذاتِ اوست و پرتوِ آن در تمام عالم محیط می شود و فی الحقیقت نوراز ذاتِ آفتاب منفك نمی گردد وهم چنین نورِ چراغ یك حکم داردو فرشته که مؤکل برروح است۔ هرقدر که می بیند، روح رامی نماید۔آنچه در تحتِ عرش معاینه می کند اعتبار نه دارد، زیرا که [۷٦] از تصرفِ شیاطین ماتحتِ [۷۷] آسمان خالی نیست وارواحی که برابرِ عرشِ مجید رفته، تماشامی کند و می بیند کمالِ تحفهٔ مشاهده می نماید، دران تفاوتی نباشد۔(۳۷)

بعدِ ادایِ این فوائد یکی از حضارِ مجلسِ همایون برخاست و التماس نمود که: درخانهٔ بنده فرزندی متولد شده، امیدوارم که: به اسمی موسوم گردد۔ فرمودند:

در حدیث شریف وارد است که بهترین اسم ها(۳۸)شش اسم اند۔چنانچه تعداد فرمودند: عبدالله و عبدالرحمن و محمد و احمد.و حامد و محمود۔ ازین هرشش اسم هر که را اختیار کنید، همان اسم باشد۔آن ملتمس و حضار براسمِ عبدالله اتفاق کردند۔ فرمودند که: این اسم جامع است۔ در اصحاب باین اسم سه صد و چند کس بودند،اما[۱۸ب] کنیتِ هر یکی علیحده بود که ازان کنیت شاخته می شدند[۷۸]۔ روزِ دیگر خواهید آمد تا کنیتی برای پسرِ شما مقرر نمائیم۔

بعد ازان فرمودند که: مادر و پدر ازبسکه اشتیاقِ فرزند دارند۔ قبل[۷۹] از تولد در خاطرِ خود[۸۰] قرار می دهند که اگر پسر خواهد شد، به فلان نام موسوم خواهیم کرد۔ هر که پیشِ ما آمده بر مقرر کردنِ اسمِ فرزند میگوید۔ از مرضیِ او واقف شده اسم مقرر می کنم، تاخلافِ مرضیِ او بوقوع نیاید و بعد از شش روز اسم می گذاریم۔

آن عزیز التماس نمود که: عورات تا اسمِ طفل مقرر نشود، شیرنمی دهند۔بنده دیده و دانسته عرض نمود ۔فرمودند:مضائقه ندارد۔ خاکسار را رویهٔ حضرت غریب نواز بی اختیار یاد آمد که آنحضرت سلمه الله تعالیٰ بعدِ شش روز اسمِ اطفالِ مخلصان مقرر می فرمایند۔ سبحان الله متابعت و پیرویِ پیرِ طریقت باین مرتبه می باید که آن هادیِ وادیِ حقیقت یعنی حضرت نظام الملت و الدین مدظله دارند که هیچ امری از امورِ کلی و جزی دقیقه از دقائقِ تبعیت فوت و فرو گذاشت نمی فرمایند۔این معنی دال بر کمالِ آنحضرت است سلمه الله تعالیٰ:

پیرویِ پیرلازم گشت، امامشکل است
هست آن مریدی را که او خود پیر شد[؟]

لافرق بین احد منهم عندنادرین ضمنِ مذکور خیرات و حسنات برآمد۔ فرمودند:خیرات و تفقد به حالِ غربا و مساکین اجرِ عظیم[۱۹الف] دارد واین فوائد عنایت کردند که: نساء نزدِ ازواجِ مطهراتِ آنحضرت صلی الله علیه وآله وسلم رفته التماس نمود که: دستِ من شل شده و خشك گشته۔ دُعا کنید که به دستورِ سابق چاق و گیراشود۔ امهات المومنین سبب

این استفسار نمودند [۸۱]ـ گفت: مادر و پدر داشتم۔ پدرم صاحبِ توفیق و مخیربود و والده ممسك ولیئم طبع۔ روزی والدِ من گاوی قربانی کرده بود۔ والده قدری پیهٔ او به سائلی داد و یك مرتبه پارچهٔ کهنه به مسکینی خیرات نموده بود۔ در تمام عمر این دو حسنه به عمل آورده بود۔ بقضای الهٰی ابوین رختِ حیات بسته به عالمِ بقاشتافتند۔ شبی پدر را درخواب دیدم، برسرِ حوضی کلان استاده تشنگان را آب می داد۔ رفتم و ملاقات نمودم۔ از حالِ [۸۲] مادر پرسیدم ـ گفت: خبر ندارم ـ چندقدم پیشتر رفتم۔ مادر را برهنه و تشنه یافتم۔ همان پارچه که داده بود [۸۳]،ازان سترِ عورت داشت و همان پیهٔ گاو که به محتاجی خیرات کرده بود، ازین کف به آن کف می گذاشت [۸۴]ـ چون والده را باین حال دیدم، مغموم شده پرسیدم۔ گفت: تشنگی بسیار غالب است ـ باز طرفِ پدر دویدم وازان حوض ظرفی پُراز آب کرده آوردم۔ مادرِ من ازان آب سیرشدو به حال آمد۔ چند فرشته از دور دویده رسیدند، به تهدید و غضب به پیش آمدند۔ پرسیدند که: این ممسکه را که به عطایِ آب سیراب کرد [۸۵]؟ دستِ او شل باد۔ ازدُعایِ ملائکه مشلول شدم[۱۹ب]و بعدِ بیداری خود را چنین یافتم۔(۳۹)بعدِ ادایِ این فوائد فرمودند که: مرتبهٔ سخاوت و ذلتِ امساك ازینجا معلوم باید کردو بعدِ استماعِ این فوائد کمترین رخصت یافت۔ الحمدلله علی ذلك۔

مجلسِ دوازدهم: روزِ دو شنبه تاریخِ بیست و هشتم ماه[۸۶] ربیع الثانی دولتِ پای بوس حاصل شد۔ مذکور از صبربرآمد۔ فرمودند: عزیزی صاحبِ کمال به زیارتِ قبور رفته بود۔ شش قبر متصل بهم بودند۔ آن عزیز مرتبهٔ کشفِ قبور داشت۔ دید اهلِ قبور از فضلِ ایزدی محظوظ [۸۷] و مسرور بودند۔ پرسید که: شمارا به احوالِ خوب معاینه کردم۔راست بگوئید که: درمیانِ شما رتبهٔ کدام کس فائق است؟ جواب دادند: این قبر که نزدیك ماست۔ صاحبِ این به از ماست۔ آن ولی زائر متوجه آن قبرشد۔ جوانی

برآمد به لباسِ خوب و به صورتِ مرغوب۔ ازجبهٔ او انوار پیدا و آثارِ رحمتِ الهٰی هویدا۔ ولیِ مذکور سلام کرد۔ جوابِ سلام داد۔ پرسید که: ای جوان! عمرِ تو بسیار کوتاه بود، از افعال و حسنات و نماز و روزه و حج و زکوٰة درین عمرِ قلیل چه قدر از تو بوجود آمده باشد که باین مرتبهٔ کثیر رسیدی؟ گفت:ای شیخ! ازعبادت ها که شمردی، هیچ کدام از من درحینِ حیات به فعل نیامده،مگر آنکه حق سبحانه و تعالیٰ [۸۸] در دنیامرا به مصائب گرفتار کرده بود، بران صبرور زیدم۔ بعدِ وفات حضرتِ کریم از فضلِ عمیم جزایِ صبر عطا فرموده۔ این مراتبِ علیا از صبربربلیاتِ دنیا یافتم۔

ملائمِ این معنی باز چنین عنایت فرمودند: انبیاعلیهم الصلوٰة والسلام در مرتبهٔ نبوت برابراند، چنانچه همه انسان در انسانیت مساوی۔ انابشر مثلکم(۴۰)[۲۰الف] شاهدِ این مثال است،اما تفاوتِ درجات از اعمال واقع شده۔

روزی حضرت داؤد علیه السلام در مناجات التماس نمودند که: کدام عملِ بندهٔ پُرنیاز مقبولِ بارگاهِ بی نیاز است؟ فرمان شد که: صبربربلا۔ حضرت داؤدؑ درخواست نمودند که: الهٰی! چون این عمل باعثِ رضایِ تست، مرا مبتلایِ بلا گردان و توفیقِ صبرنیز عطافرما که متحملِ آن توانم شد۔ بعدِ چندی در معبد خانهٔ خود نشسته به تلاوت مشغول بودند۔ ناگاه طائرِ خوش رنگ باچشمِ یاقوتِ یك رنگ از منقار تا پروبال از الوانِ جواهر مالا مال بود، نزدیك آمده نشست۔ نگاهِ ایشان درعینِ قرأت بران طائر افتاد و منظورِ نظرِ مبارك گشت۔ چون پر نزدیك بود، در خاطرِ شریف خطور نموده که این جانور را توان گرفت۔ کتاب پیچیده بی تاب دست به گرفتنِ او دراز کردند۔ رمیدگی که خاصهٔ طائرانِ وحشی است، ازان به ظهور نیامد۔ چندقدم دور ترشد۔ حضرت داؤدؑ به قصد گرفتن از جایِ خود حرکت نموده، باز دست دراز فرمودند۔ باز از [۸۹] جای به جای رفت۔ هم چنین پس و پیش می رفتند تا کنجِ بام رسیدند۔ باز به حرکتِ دست از گوشهٔ بام پرید و

وقتِ ابتلا در رسید۔ حضرت [۹۰] داؤد علیه الصلوٰة والسلام از گوشه[۲۰ ب] بام به تفحصِ آن طائر خمیده نگاهی کردند۔ ناگاه نظرِ ایشان برعورتی افتاد که از غسل فارغ شده، برهنه نشسته بود۔ آن مستوره حضرت را دیده، موی های خود رالگان داد۔ آن قدر مویِ کلان داشت که ازان حرکت تمام بدنِ او مستور گشت، تاآن نازنین خوبرو خوش موباین زیبای ور عنای به نظر آمده، آهِ عاشقانه از دل برآمد ،بی اختیار حضرت داؤد علیه السلام بیرونِ معبد خانه تشریف آورده از حقیقتِ همسایه استفسار نمودند۔ بعرض رسید که:این زنِ فلان شخص است و آن غازی با فوجِ مسلمین به مقابلهٔ کفار تعین شده۔ مفسران علیهم الرحمة درین محل بسیار دست و پازده و عبارت آرای نموده، بعضی برانند که منکوحهٔ آن شخص بود و بعضی برین اند که خواست گاری به میان آمده بود و عقد نشده۔ القصه در جنگِ کفار آن غازی شهید شد۔ حضرت داؤدؑ معشوقهٔ دلبر بارا در عقدِ نکاح آوردند وغافل از ابتلا ماندند۔ ازواجِ مطهرات باصدخوبی ها که داشتندنود و نه نساء بودند [۹۱] وباین منکوحه عدد صد منعقد گشت۔

روزی در همان معبد نشسته در عبادت مشغول بودند و آن روز چهارشنبه مقرر بود، چهار صد کس گردِ معبدِ ایشان محافظت می نمودند و هیچ کس را در روزِ معهود پیشِ حضرت داؤدؑ نمی گذاشتند [۲۱الف]۔یکایك دو کس بانزاع نزدِ ایشان آمدند۔ حضرت متحیر شدند که: از کدام سمت در آمده؟ بعد از سلام، التماس نمودند که: به استغاثه آمده ایم۔ پرسیدند۔یکی گفت که: این دومی نودونه ماده گو سفند دارد و من یك گو سفند دارم۔ می خواهد که از من یك بگیرد [۹۲] ۔حضرت داؤد علیه السلام فرمودند که: پُربی انصاف است۔ آن هر دو مستغیث روی هم دیگر دیده تبسم کردند۔ یکی به دیگری گفت که: حالتِ خود را میفرماید۔ این کلمه گفته غائب شدند۔ آنحضرت را مقدمهٔ خود یاد آمد۔ شروع به تضرع

و زاری نـمـودنـد و آن قـدر گـریه کردند که رخسارهٔ مبارك از شدتِ گریه و شـوریتـهٔ اشك مجروح و چاك چاك شد و خون آلود گشت و از بسکه چهرهٔ مبارك بـرزمیـن مـالیـد نـد و گـرد آلـود شد که ازان آب و خاك سبزه روئیده شد[۹۳] ـ بـعد از مدتی ندا آمد که: ای داؤد! عفوِ جرائم وقتی شود که بر قبرِ آن شهید روی و اورا راضی گردا نی ـ حضرت به همان [۹۴] حالت به سویِ قبرِ او روان شدند و خود را در چند روز برقبرِ او رسانیدند [۹۵] و به تضرع و زاری نامِ آن شـخـصِ موتیٰ گرفته فریاد می کردند و سلام می گفتند ـ جواب نمی داد ـ بـعـدِ چـنـد روز جـوابِ سـلام داد ـ حـضرت داؤد؏ فرمودند کـه: از برایِ خدا ازجـرائـمِ مـن در گـذر ـ بـاز جـواب نـداد ـ ندا آمد که: ای داؤد ! جرمِ خودرا آشـکـارا بـگـو ودرخـواستِ عفو نمای ـ داؤد علیه السلام بیان نمود [۹۶] که: بـاوجـودِ نـودونـه زن در خـانـهٔ مـن بود، دلِ من برمنکوحهٔ تو راغب شد ـ در نـکـاح آوردم، ازیـن جرمِ من درگذر ـ بعد از مدتی عفو نمود ـ فرمان شد که: مـاهم عفو نمودیم [۹۷] ـ بـعـدِ ادایِ این فوائد فرمودند که :[بنای]تمام ارکانِ اسـلام بـر صبر است و مشروحاً بیان نمودند: در صلوٰة حکم است که مصلی نـظـر برسجده گاه داشته باشد و تکلم نه کند، حال آنکه دل خواهشِ تکلم و نـظر خواهشِ دیدن به [۹۸] هـر طـرف می کند ـ مصلی صبرمی کند و خود را بـاز مـی دارد ـ هم چنین صائم از خوردن و آشامیدن و از جماع خود را بازمی دارد ـ ایـنـهـم صبـراست ـ مردِ حاجی که براهِ مکه می رودو صعوبتِ سفر می کشـد، صبرمی کند بر مصائبِ سفر ـ اهلِ زکوٰة باوجود رغبت و الفتِ دل که انسان را بزر است، بموجبِ حکمِ الٰهی زررا به فقرامی دهد و از خود جدا می کـنـد ـ پس جمیع احکامِ اسلام خالی از صبرنیست ـ ازان است که اهلِ اسلام هر کدام بجزای متنوعه ماجور و محظوظ خواهندشد [۹۹] ـ بمنه و کرمه ـ بعدِ استماعِ این فوائد کمترین رخصت یافت ـ الحمد لله علی ذلك

مـجـلسِ سیزدهـم: روزِ چهار شنبـه تـاریـخِ هفتم جمادی الاولیٰ [۱۰۰]

دولتِ پای بوسی حاصل شد۔ عزیزی درخواست نمود که: به فلان امیر دربابِ فقیردو کلمهٔ سفارش عطاشود۔ قلم دان طلبیده به دستِ مبارك رقعه به اهلِ کار نوشته، عنایت کردند و به کمترین فرمودند که: این عزیز از نبائرِ حضرت شیخ عبد الحق دهلوی(۴۱) است،مصنفِ اخبار الاخیار (۴۲) که فاضل و عالم درویش بودند۔ خاکسار عرض نمود که: تصانیفِ ایشان بسیار است و مشهور[۲۲الف] ومعروف است ۔ افسوس که نبیرهٔ چنین بزرگ به حالتِ افلاس و تنگ دستی و احتیاج گرفتار وهیچ کس درین عصر قدردانِ بزرگ زاده هانیست:

در هر که اولادِ بزرگان خاراست
سرگشته چون دریں جهان بسیاراست
آدم بودن به شرطِ منصب دیدم
اینجا نه نسب، بلکه به منصب کار است

فرمودند که: قدرِ بزرگ زاده ها شناختن و مراعاتِ ایشان نمودن برجمیعِ خلائق واجب و لازم است۔

بعد ازان عنایت فرمودند که: شخصی بود مریدِ عزیزی، مرشد زادهٔ خود را خلافِ شرع دیده ملاقات و تواضع ترك نموده بود۔ چنانچه اکثر صاحبزاده در عالمِ شباب پیرویِ آبا و اجداد گذاشته به[۱۰۱] لهو و لعب مشغول می شوند:

آدمی زادهٔ نادان به چه ماند دانی
نسخهٔ معتبر و خوشخط و بسیار غلط

روزی آن مرید بحسبِ اتفاق در اثنایِ راه با مرشدزاده را ملاقی شد۔ دوید و سر رقدمِ صاحبزاده نهاد و زیاده از حد اعزاز و اکرام کرد[۱۰۲] ۔مردم به او گفتند که: باوجود اینهمه نفرت که شمارا با صاحبزاده بود، چرا چنین ملاقات کردید و آداب بجا آوردید؟ جواب داد که: چون صاحبزاده را دیدم، روحِ [۱۰۳] شیخِ خود را ملاحظه کردم که از قبر بر آمده

بسوئِ من نگاه می کند، بی اختیار شدم و آداب و قدم بوسی بجا آوردم ـ شیخ علیه الرحمه حالتِ ملاقات مرا دیده بازدر قبر در آمد ـ پس ازینجا معلوم شد که مرشد زاده و بزرگ زاده هر قسم که باشد، اهلِ عقیدت[۲۲ ب]و بزرگان را از حدِ ادب نباید گشت و احترام باید آورد و نظر بر بزرگانِ ایشان باید کرد ـ بعدِ استماعِ این فوائد رخصت یافت ـ الحمد لله علی ذلك

مجلسِ چهاردهم: روزِ پنج شنبه تاریخِ هشتم جمادی الاوّل سنهٔ احد پادشاهِ بابرکات رفیع الدرجات دولتِ پای بوس حاصل کرد ـ عزیزی از [۱۰۴] حضارِ محفلِ [۱۰۵] همایون ذکر در اهانتِ دنیا و دولتِ اهلِ روزگار برآورد ـ فرمودند که: درایامِ سابق در شهرِ لاهور شاهِ بی وفا نام درویش قلندر مشرب تکیه ساخته بودند ـ بسیار خوب و خوش هوا صحنش درغایت صفا و پاکیزگی و تقید [۱۰۶] درصفائیِ مکان زیاده از حد می کردند ـ درلباسِ قلندری و بی قدری سپاهی وضع بود ـ اکثر اسلحه در اطرافِ خود می گذاشت و تابحدی مقید بود که مدام تیر را درچلهٔ کمان پیوسته برزانویِ خود می داشت ـ غرض آمادهٔ جنگ می نشست و مردم راهر که می آمدند، در اطراف واکناف می نشتند و خود درمیان می نشست ـ

روزی خانِ عالم که یکی ازا مرایِ آن عصر بود، برای دیدنِ شاه آمد و جمعد اری [۱۰۷] نوکرِ خانِ مذکور نیز آمده نشست ـ آن جمعدار [۱۰۸] درحالتِ سرفه لعابِ دهن برزمین انداخت ـ شاهِ بی وفا بد دماغ شده، به جمعدار [۱۰۹] گفت: ای مردكِ بی ادب ! درصحبتِ فقرا بی ادبانه نباید نشست ـ جمعدار [۱۱۰] را غصه در گرفت ـ حفظِ مراتب نمود وجواب نداد، اما از غایتِ غضب لرزه براندامش افتاد[۲۳ الف] ـ شاهِ بی وفا به خانِ عالم پرسید که: ای [۱۱۱] عزیز! سپاهی راچه شد که میلرزد؟ خانِ عالم گفت: چنین لفظی که حضرت درحقِ او فرمودند، هرگز از کسی نه شنیده بود ـ چون غضب نمود، این حالت بروطاری گشته ـ درویش گفت که من چه گفتم که: اینهمه بذهن آمده تمام اهلِ دنیامردك

اند۔شما مردکِ کلان اید و این مردکِ خرد۔ از گفتنِ این حرف غصهٔ جمعدار [۱۱۲] تسکین یافت و لرزهٔ اندامش فرونشست۔

بعد ازان عنایت فرمودند که: چون مطلوبِ اهلِ روز گار که دنیا باشد حقیر و خفیف است، او نیز در تحقر و خفت گرفتار اند۔ چون ذاتِ پاكِ مولاتعالیٰ و تقدسِ عزیز و محترم است، طالبِ او نیز معزز و مکرم اند ۔قطعه:

طالبِ دنیا ذلیل و خوار گشت
طالبِ مولا عزیز و ذوالکرام
او چو مطلوبِ خود اندر خواری است
این چو مطلوبِ خود اندر احترام

بعد ازان رویِ مبارك سویِ کمترین کرده عنایت نامه که بحضرتِ غریب نواز نوشته بودند، حواله نموده۔ فاتحه خوانده، به طرفِ خجسته بنیاد رخصت فرمودند۔ خاکسار آداب و قدم بوسی بجا آورده و سعادتِ دارین حاصل نموده مرخص شد[۱۱۳] ۔الحمدلله علی ذلك

تمت بعونه تعالیٰ شانه۱۳۔ ماه مذکور ۱۳۴۱ه ظهر الجمعه

اختلافِ نسخ:

۱- بادشاه :ص ۱

۲- می ندارد:ص ۱

۳- نیافته:ص ۳

٤- مذکور:ص ۳

۵- بعدازان:ص ٤

٦- بودند:ص ٤

۷- مرا ندارد:ص ٤

۸- رفتند:ص ٤

۹- زادها:ص ۵

۱۰- ارشاد ندارد:ص ۵

۱۱- برسید:ص ۵

۱۲- آمد ه ایم:ص ۵

۱۳- نزد:ص ۵

۱٤- گفت:ص ۵

۱۵- بر:ص ٦

۱٦- مذکور:ص ٦

۱۷- حوادث:ص ٦

۱۸- نظیر:ص ٦

۱۹- فرمودند:ص ٦

۲۰- معروض داشت:ص ٦

۲۱- امرایان:ص ٦

۲۲ـ با ندارد:ص۷

۲۳ـ کنند:ص۷

۲٤ـ کاکی ندارد:ص۷

۲۵ـ خود:ص۷

۲٦ـ بندهای:ص۷

۲۷ـ فرمودند:ص۷

۲۸ـ بودیم:ص۷

۲۹ـ خوردم:ص۸

۳۰ـ را ندارد:ص۸

۳۱ـ پا ندارد:ص۸

۳۲ـ کس ندارد:ص۸

۳۳ـ شد:ص۸

۳٤ـ عمل ندارد:ص۸

۳۵ـ گشت:ص۸

۳٦ـ از:ص۸

۳۷ـ حضرت ندارد:ص۸

۳۸ـ بیچاره:ص۹

۳۹ـ مذکور:ص۹

٤۰ـ فرمودند:ص۹

٤۱ـ بارگاه:ص۹

٤۲ـ کرده:ص۹

٤۳ـ وجودِ انسانی ندارد:ص۹

۴۴- نکنم:ص۹

۴۵- قناعت:ص۹

۴۶- بر:ص۱۰

۴۷- محفل:ص۱۰

۴۸- بند:ص۹

۴۹- شد:ص۱۰

۵۰- گردید:ص۱۱

۵۱- او:ص۱۱

۵۲- سوی:ص۱۲

۵۳- اصحاب:ص۱۲

۵۴- یا ندارد:ص۱۲

۵۵- کاروانیان:ص۱۲

۵۶- هم ندارد:ص۱۲

۵۷- این جمله ندارد:ص۱۲

۵۸- شنبه:ص۱۳

۵۹- بردند:ص۱۳

۶۰- درسفرعرض:ص۱۳

۶۱- فرمود:ص۱۳

۶۲- از انبانِ ایشان:ص۱۳

۶۳- از جنسِ جامه های دنیا نبود واین چنین جامه کسی بافته نتواند :ص۱۳

۶۴- نمودند:ص۱۳

۶۵- می فرمایم:ص۱۴

۶۶- دولت ندارد:ص۱۴

۶۷- چیز به کمترین:ص۱۴

۶۸- آوردم:ص۱۴

۶۹- شکران:ص۱۴

۷۰- به مقابل:ص۱۴

۷۱- پیر ندارد:ص۱۴

۷۲- شخصی:ص۱۴

۷۳- حضرت ندارد:ص۱۴

۷۴- این ندارد:ص۱۴

۷۵- سعد:ص۱۵

۷۶- زیرآنکه:ص۱۵

۷۷- تحت:ص۱۵

۷۸- هریکی تشخیص کرده می شد:ص۱۵

۷۹- پیش:ص۱۵

۸۰- خود ندارد:ص۱۵

۸۱- فرمودند:ص۱۶

۸۲- احوال:ص۱۶

۸۳- بودند:ص۱۶

۸۴- می داشت:ص۱۶

۸۵- نمود:ص۱۶

۸۶- شهر:ص۱۷

۸۷- محفوظ:ص۱۷

۸۸ـ و تعالیٰ ندارد:ص۱۷

۸۹ـ از ندارد:ص۱۸

۹۰ـ حضرت ندارد:ص۱۸

۹۱ـ بود:ص۱۸

۹۲ـ برد:ص۱۸

۹۳ـ شد ندارد:ص۱۹

۹٤ـ آن:ص۱۹

۹۵ـ رساندند:ص۱۹

۹٦ـ فرمود:ص۱۹

۹۷ـ فرمودیم:ص۱۹

۹۸ـ به ندارد:ص۱۹

۹۹ـ خواهد شدند:ص۱۹

۱۰۰ـ جمادی الثانی:ص۱۹

۱۰۱ـ در:ص۲۰

۱۰۲ـ بجا آورد:ص۲۰

۱۰۳ـ ارواح:ص۲۰

۱۰٤ـ در:ص۲۰

۱۰۵ـ مجلس:ص۲۰

۱۰٦ـ بصد:ص۲۰

۱۰۷ـ جماعت داری:ص۲۰

۱۰۸ـ جماعت دار:ص۲۰

۱۰۹ـ جماعت دار:ص۲۰

۱۱۰ـ جماعت دار:ص۲۰

۱۱۱ـ ای ندارد:ص۲۰

۱۱۲ـ جماعت دار:ص۲۱

۱۱۳ـ گشت:ص۲۱

حواشی اور تعلیقات:

(۱) خواجہ محمد نور الدین حسینی عطاری اورنگ آبادمیں پیدا ہوئے۔ وہ اپنے بھائی خواجہ محمد کامگار خاں حسینی کی طرح، مولانا نظام الدین اورنگ آبادی کے دامن گرفتہ بھی تھے اور مجاز بھی۔ اُنھیں اپنے پیرومرشد سے بے پناہ ارادت اور عقیدت تھی۔ جب خواجہ محمد کامگار خاں، امیر الامرا سید حسین علی خاں کے ہمراہ دہلی گئے، تو اُن کی عدم موجودگی میں ۲۷۔ ربیع الاوّل ۱۱۳۱ھ کو اورنگ آباد میں اُن کا انتقال ہوا اور وہ اُسی شہرِ ابد آثار میں مدفون ہوئے۔ اُن کا مزار صدر پٹہ خانہ میں مرجعِ خلائق ہے۔

(۲) شاہ کلیم اللہ جہاں آبادی کے خلیفۂ اعظم، مولانا نظام الدین اورنگ آبادی حضرت ابو بکر صدیق کی اولادِ پاک نہاد سے تھے۔ اپنے شیخ کے حکم پر وہ اورنگ آباد میں مقیم ہوئے، جہاں لاکھوں مرید اُن کے زیرِ تربیت رہے۔ نظام القلوب کے عنوان سے ایک کتاب بھی تصنیف کی، جو اُن کے شیخ کی تربیت اور تعلیمات کا نچوڑ ہے۔ اُنھوں نے ۱۱۴۲ھ میں رحلت فرمائی اور اپنی خانقاہ میں مدفون ہوئے۔ اُن کے مرید و خلیفہ خواجہ محمد کامگار حسینی نے احسن الشمائل اور ملفوظاتِ مولانا نظام الدین اورنگ آبادی کے عنوان سے اُن کے احوال اور ملفوظات مرتب کیے۔ اِسی طرح نظام الملک آصف جاہ اوّل (م ۱۷۴۸ء) نے بھی رشکِ گلستانِ ارم کے عنوان سے اُن کا تذکرہ مرتب کیا، جو اُن کے احوال، تعلیمات اور کرامات کا عمدہ مرقع ہے۔

(۳) قدیم زمانے میں اورنگ آباد کا نام کھڑکی تھا۔ تاریخ کے مختلف ادوار میں یہ شہر کئی بار اُجڑا اور کئی بار بسا۔ ۱۶۱۰ھ میں کھڑکی کو ملک عنبر نے اپنا پایۂ تخت بنایا۔ ۱۶۲۱ء میں جہانگیر کے زمانے میں کھڑکی کو جلا دیا گیا۔ ملک عنبر کی وفات (۱۶۲۶ء) کے بعد اُس کے بیٹے فتح خان نے اُس کا نام فتح نگر رکھ دیا۔ ۱۶۳۳ء میں نظام شاہی علاقے مغلوں کے زیرِ اثر آ گئے، جن میں فتح نگر بھی شامل تھا۔ ۱۶۵۳ء میں جب اورنگ زیب دوسری بار دکن کا گورنر مقرر ہوا، تو اُس نے فتح نگر کو اپنا پایۂ تخت بنایا اور اُسے اورنگ آباد کے نام سے منسوب کیا۔ اُس کے عہد میں اُسے خجستہ بنیاد بھی کہا جاتا تھا۔

(۴) سلسلۂ چشتیہ کے مجدد شاہ کلیم اللہ جہاں آبادی، حضرت یحییٰ مدنی (م ۱۱۰۱ھ/۱۶۸۹ء) کے مرید و خلیفہ تھے۔ اُنھوں نے دہلی میں اپنی خانقاہ قائم کر کے سلسلے کو مرکزیت عطا کی۔ وہ ظاہری

اور باطنی علوم وفنون کے عارفِ کامل تھے۔ اُنھوں نے مختلف موضوعات پر کتابیں بھی تصنیف کیں، جو اپنی فکری اور معنوی افادیت کے باعث سلسلے کا دستور العمل قرار پائیں۔ بعدازاں چشتی صوفیہ اپنے خلفا کو خاص طور پر اِن کتابوں کا درس دیتے رہے اور آج بھی یہ کتابیں چشتیہ خانقاہوں کے نظامِ فکر وعمل کی بنیاد ہیں۔ اُنھوں نے ۱۲۔ ربیع الاوّل ۱۱۴۲ھ/۱۷۔ اکتوبر ۱۷۲۹ء کو وفات پائی اور اپنی خانقاہ کے صحن میں آسودۂ خاک ہوئے۔ اہم کتابیں: قران القرآن بالبیان، عشرۂ کاملہ، سواء السبیل، مرقع، کشکول، مکتوباتِ کلیمی، تسنیم وغیرہ

(۵) فرخ سیر [ابوالمظفر محمد معین الدین فرخ سیر] عظیم الشان کا بیٹا تھا۔ وہ ۱۶۸۳ء/۱۰۸۴ھ کو اورنگ آباد میں پیدا ہوا۔ اُس نے ۱۳۔ ذی الحج ۱۱۲۴ھ/۱۱۔ جنوری ۱۷۱۳ء کو تختِ شاہی پر جلوس کیا۔ بندۂ بیراگی کا خاتمہ اُس کا اہم کارنامہ ہے۔ سید برادران نے ۲۸۔ فروری ۱۷۱۹ء/۹۔ ربیع الثانی ۱۱۳۱ھ کو اُسے معزول کر کے حکومت رفیع الدرجات کے حوالے کی اور اُسے قید کر دیا۔ ۲۸۔ اپریل ۱۷۱۹ء کو اندھا کر کے اُسے موت کے گھاٹ اُتار دیا گیا۔ مرزا عبدالقادر بیدل نے اُس کی تاریخِ وفات کہی: سادات بہ وی نمک حرامی کردند

(۶) بخشی الملک امیر الامرا سید حسین علی خاں کا تعلق ساداتِ بارہہ سے تھا۔ اپنے بھائی قطب الملک یمین الدولہ کی طرح وہ مغلوں کے آخری زمانے میں اپنے فنِ بادشاہ گری کے باعث بہت مقبول رہا۔ ۶۔ ذی الحج ۱۱۳۲ھ/۹۔ اکتوبر ۱۷۲۰ء کو قتل ہوا اور اجمیر میں اُس کی تدفین ہوئی۔

(۷) امیر الامرا سید حسین علی خاں نے دہلی کا سفر جن مقاصد کے لیے کیا تھا، اُس ضمن میں خلیق احمد نظامی نے لکھا ہے کہ: ''اورنگ زیب کے مرنے کے بعد مرہٹوں کی طاقت میں اضافہ ہونا شروع ہو گیا۔ دکن اور گجرات کی صوبہ داری پر امرا آپس میں جھگڑتے تھے اور مرہٹوں کی طاقت بڑھتی تھی۔ جب مرہٹوں کا طوفان شمال کی جانب اُمڈتا تھا، تو اُس کا مقابلہ کرنے کے بجائے حکومت کی طرف سے اُن کو مراعات دی جاتی تھیں، تاکہ وقتی طور پر وہ طوفان رُک جائے۔ اُن مراعات نے مرہٹوں کی ہمت میں اضافہ کر دیا۔ جب فرخ سیر اور سید برادران میں کش مکش ہو رہی تھی، تو سید حسین علی نے دکن میں مرہٹوں کو اپنا ساتھی اور مددگار بنانے کی نیت سے بالا جی وشوا ناتھ کو تمام دکن سے چوتھ اور سر دیش مکھی وصول کرنے

کا حق دے دیا۔ بادشاہ نے اُس حق کو تسلیم کرنے سے انکار کیا، تو حسین علی فروری ۱۷۱۹ء میں مرہٹوں کی فوج کے ساتھ دہلی پر حملہ آور ہوا۔ یہ واقعہ گو اُس ماحول میں جو اورنگ زیب کے بعد پیدا ہو گیا تھا، تعجب خیز نہ تھا، لیکن جس دن حسین علی مرہٹوں کو اپنا مددگار بنا کر مغلوں کے دارالسلطنت میں لایا تھا، اُسی دن مغلیہ سلطنت کے اقبال کا جنازہ اُٹھ گیا تھا۔'' [تاریخِ مشائخِ چشت :ص ۲۸۔۲۹]

(۸) برہان پور خواجہ نظام الدین اولیاء (م ۷۲۵ھ) کے مرید و خلیفہ برہان الدین غریب (م ۷۳۸ھ) کے اسمِ گرامی کی مناسبت سے معروف ہوا۔ تاریخ کے مختلف ادوار میں یہ شہر دارالسرور کے نام سے بھی موسوم رہا۔

(۹) اورنگ زیب عالمگیر [ابوالمظفر محی الدین محمد اورنگ زیب عالمگیر] ۱۵۔ ذی قعدہ ۱۰۲۷ھ/ ۲۴۔ اکتوبر ۱۶۱۸ء کو بیگم ممتاز محل کے بطن سے پیدا ہوا۔ یکم ذی قعدہ ۱۰۶۸ھ کو تخت نشین ہوا اور پچاس سال دو ماہ اور ستائیس دن ہندوستان کے تخت پر جلوہ گر رہا۔ ۱۷۰۷ء/۱۱۱۸ھ میں وفات پائی اور خُلد آباد میں دفن ہوا۔

(۱۰) سلسلۂ چشتیہ کے سرخیل، مجددِ سلسلہ شاہ کلیم اللہ جہاں آبادی کے پیر و مرشد، قطبِ مدینہ حضرت یحیٰی مدنی (م ۱۱۰۱ھ)......احوال و آثار کے لیے دیکھیے: تذکرہ مجمع الکمال :مولوی محمد اسمٰعیل، مفتاح الکرامات: شیخ محمد فاضل، تکملہ سیر الاولیا: مولوی گل محمد احمد پوری، مخزنِ چشت : مولوی امام بخش مہاروی، شجرۃ الانوار :مولوی رحیم بخش فخری، مناقب المحبوبین :حاجی نجم الدین سلیمانی

(۱۱) یہ حدیثِ مبارکہ مختلف کتابوں میں آئی ہے۔ تین حوالے درجِ ذیل ہیں:

(i)''ماء زمزم لما شرب له "۔[سنن ابن ماجه : باب الشرب زمزم : باب نمبر ۷۸ ،جلد ۲ :ص ۱۰۱۸]

(ii)"ماء زمزم لما شرب له، فإن شربته تستشفي به شفاك الله ، وإن شربته مستعيذًا عاذك الله ، وإن شربته ليقطع ظمأك قطعه"۔[المستدرك على الصحيحين: أبو عبدالله الحاكم محمد بن عبدالله بن محمد (مؤلف) : مصطفى عبدالقادر عطا (تحقيق) ا: دار الكتب العلمية، بيروت: ۱٤۱۱ھ/۱۹۹۰ء]

(iii)"ماء زمزم لما شرب له ،إن شربته تريد شفاءً شفاك الله ، وإن شربته لظمأ أرواك الله وإن شربته لجوع أشبعك الله، وهي هزمة جبريل بعقبه وسقيا الله إسماعيل عليه السلام"۔[أخبار مكة و ما جاء فيها من الآثار: أبو الوليد محمد بن عبدالله بن إحمد بن محمد : رشدي

الصالح ملحس(تحقیق): دارالأندلس للنشر، بیروت]

(۱۲) مجالسِ کلیمی کے برعکس تذکرہ مجمع الکمال (مولوی محمد اسمٰعیل) اور مفتاح الکرامات (شیخ محمد فاضل) اور دیگر کئی تذکروں میں مذکور ہے کہ حضرت یحییٰ مدنی کے صاحبزادے اُن کے مجاز تھے اور مدینے میں شیخ کی سکونت کے زمانے میں اور پھر اُن کی رحلت کے بعد وہ اُن کی مسندِ ارشاد پر متمکن رہے۔

(۱۳) مجالسِ کلیمی کے مطابق: موسیٰ خان عالمگیری عہد میں صدرالصدور کے منصب پر فائز تھا۔ وہ گجرات کا متوطن تھا۔ اُسے شیخ یحییٰ مدنی سے بے پناہ ارادت اور عقیدت تھی۔ اِس کا اظہار مجلس میں آمدہ ایک واقعے سے ہوتا ہے۔ مجالس کے علاوہ موسیٰ خان کا ذکر کسی بھی معاصر تذکرے میں نہیں آیا۔

(۱۴) تونسہ مقدسہ کے نسخے میں یہ عبارت خاصی الجھی ہوئی ہے۔ راقم نے اِسے ملکھڈ شریف کے نسخے کے مطابق درست کر دیا ہے۔

(۱۵) نسخۂ تونسہ مقدسہ میں ہے کہ رفیع الدرجات ششم ربیع الثانی کو مجلسِ کلیمی میں قدم بوسی کے لیے حاضر ہوا، حالانکہ چھے ماہِ مذکور کو وہ قید خانے میں تھا۔ شاید اُس کے وہم و گمان میں بھی نہ ہو کہ وہ تین دن بعد زنداں میں نہیں، تخت پر جلوہ نشین ہوگا۔ سید برادران نے اُسے ربیع الاوّل کی نویں تاریخ کو قید خانے سے نکال کر تخت پر بٹھا دیا۔ متن سے مذکورہ جملے کو نکال کر اِسے تاریخی تناظر کے مطابق درست کر دیا گیا ہے۔

(۱۶) رفیع الدرجات [ابوالبرکات شمس الدین رفیع الدرجات] رفیع الشان کا سب سے چھوٹا بیٹا تھا۔ وہ ۳۰۔ نومبر ۱۶۹۹ء کو پیدا ہوا۔ ۱۹ سال کی عمر میں ۲۸۔ فروری ۱۷۱۹ء/ ۹۔ ربیع الثانی ۱۱۳۱ھ کو تخت نشین ہوا۔ تین ماہ اور چھے دن [۶۔ جون ۱۷۱۹ء/ ۲۰۔ رجب ۱۱۳۱ھ] بادشاہت کی مسند پر متمکن رہا۔ اُس نے ۹۔ جون ۱۷۱۹ء کو وفات پائی اور مہرولی میں خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کے مزار کے قریب مدفون ہوا۔

(۱۷) رفیع الشان بہادر شاہ اوّل کا بیٹا اور اورنگ زیب عالمگیر کا پوتا تھا۔ اُس کے دو بیٹے رفیع الدرجات اور رفیع الدولہ یکے بعد دیگرے تخت آرا رہے۔

(۱۸) بہادر شاہ اوّل [قطب الدین محمد معظم شاہ عالم بہادر شاہ اوّل] ۱۴۔ اکتوبر ۱۶۴۳ء میں برہان پور میں پیدا ہوا۔ وہ اپنے والد اورنگ زیب عالمگیر کی وفات (۱۷۰۷ء) کے بعد تخت نشین ہوا۔ وہ

پانچ سال حکمران رہا۔ اُس نے ۱۷۱۲ء کو لاہور میں وفات پائی اور مہرولی (دہلی) میں خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کی بارگاہِ فلک مقام کے جوار میں پیوندِ خاک ہوا۔

(۱۹) رفیع الدولہ [رفیع الدین محمد رفیع الدولہ شاہ جہان ثانی] رفیع الشان کا بیٹا اور دسویں مغل بادشاہ رفیع الدرجات کا بڑا بھائی تھا۔ وہ جون ۱۶۹۶ء متولد ہوا۔ ۹۔ جون ۱۷۱۹ء/۲۰۔ رجب ۱۱۳۱ھ کو دہلی کے تخت پر بیٹھا اور اپنی وفات [۱۹۔ ستمبر ۱۷۱۹ء/۱۷۔ ذی قعدہ ۱۱۳۱ھ] تک اُس منصبِ جلیلہ پر فائز رہا۔ دہلی میں خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کے مزار کے قریب دفن ہوا۔

(۲۰) قطب الملک یمین الدولہ عبداللہ خاں [اصل نام حسن علی] فرخ سیر کا وزیر اعظم رہا۔ وہ سید عبداللہ خاں کا بیٹا اور امیر الامرا سید حسین علی خاں کا بھائی تھا۔ سلخ ذی الحج ۱۱۳۵ھ/۱۹۔ ستمبر ۱۷۲۳ء کو زہر خورانی سے اُس کی موت واقع ہوئی۔ قبر شاہ جہاں آباد میں ہے۔

(۲۱) بابا فرید گنج شکر (م ۶۷۰ھ) کے پیرو مرشد خواجہ قطب الدین بختیار کاکی (م ۶۳۳ھ) کے تفصیلی احوال کے لیے دیکھیے: سیر الاولیا: سید محمد، اخبار الاخیار: شاہ عبدالحق محدث دہلوی، تکملہ سیر الاولیا: مولوی گل محمد احمد پوری، مخزنِ چشت: مولوی امام بخش مہاروی، شجرۃ الانوار: مولوی رحیم بخش فخری، مناقب المحبوبین: حاجی نجم الدین

(۲۲) مولانا عبدالرحمٰن جامی نے لکھا ہے کہ: شیخ طوسی کا اسمِ گرامی محمد تھا۔ وہ شیخ معشوق کے نام سے معروف تھے۔ جذب اور دیوانگی میں بھی عقل و خرد سے بیگانہ نہ تھے۔ اِسی لیے اُنھیں عاقل مجنوں کہا جاتا تھا۔ اپنے وقت کے صاحبِ کمال اور برگزیدہ بزرگ تھے۔ طوس کے متوطن تھے اور اُسی سرزمین میں آسودۂ خاک ہوئے۔

(۲۳) الفاتحہ ۱:۴

(۲۴) ابوسعید ابوالخیر [اصل نام: فضل اللہ ابوسعید بن ابی الخیر] ۳۵۷ھ/۹۶۷ کو مہنہ (خراسان) میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے شہر میں ابوالقاسم بشر یٰسین سے حاصل کی۔ پھر مرو چلے گئے اور وہاں ابوعبداللہ الحصری اور ابوبکر القفال کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا۔ سرخس میں ابوعلی ظاہر سے تفسیر اور حدیث کی تکمیل کی۔ شیخ ابوالفضل کے ہاتھ پر بیعت کی۔ زندگی کا طویل عرصہ سیر و سیاحت

میں گزارا۔ ۴۴۰ھ میں وفات پائی اور مہنہ میں مدفون ہوئے۔

(۲۵) مجالسِ کلیمی میں آمدہ یہ واقعہ نفحات الانس کے مندرجات کی خوشبو سے معطر ہے: ''شیخ ابوسعید ابوالخیر نے جب قصبہ مہنہ سے نیشاپور جانے کا قصد کیا اور وہ طوس کے مضافات میں پہنچے، تو ایک جگہ قیام کیا اور وہاں سے ایک درویش کو شہرِ طوس میں شیخ محمد معشوق کے پاس بھیجا کہ: جاؤ اور اُن سے اجازت طلب کرو کہ: کیا ہم آپ کے شہرِ ولایت میں داخل ہو سکتے ہیں؟ جب وہ درویش شیخ معشوق کے پاس روانہ ہو گیا، تو آپ نے گھوڑا کسوایا اور اُس درویش کے پیچھے پیچھے روانہ ہو گئے اور بہت سے صوفی بھی شیخ کے ہمراہ تھے۔ جب شہرِ طوس کے مضافات میں ایسی جگہ پہنچے، جہاں سے شہرِ طوس کا فاصلہ ایک فرسخ تھا اور شہرِ طوس نظر آ رہا تھا، تو شیخ نے اپنا گھوڑا وہاں روک لیا۔ تمام لوگ بھی وہاں رُک گئے۔ شیخ ابوسعید کا فرستادہ درویش خواجہ معشوق کی خدمت میں پہنچا اور شیخ کا پیغام پہنچایا۔ خواجہ معشوق پیغام سُن کر ہنسنے لگے اور فرمایا جاؤ: جا کر کہہ دو کہ آ جاؤ۔ اِدھر شیخ معشوق نے یہ بات کہی، اُدھر شیخ ابوسعید نے اُس مقام سے اپنے گھوڑے کو آگے بڑھایا۔ تمام صوفی بھی ساتھ ساتھ روانہ ہو گئے۔ راستے ہی میں اُن حضرات کو وہ درویش مل گیا، جو شیخ معشوق کا جواب لے کر آ رہا تھا''۔ [نفحات الانس: شمس بریلوی (مترجم): مدینہ پبلشنگ کمپنی، کراچی: اول جون ۱۹۸۲ء: ص ۵۴۳]

(۲۶) نفحات الانس میں ہے کہ: ''منقول ہے کہ شیخ محمد معشوق قبا پہنے ہوئے تھے۔ ایک دن قبا پہنے ہوئے طوس کی جامع مسجد میں آ گئے۔ شیخ ابوسعید ابوالخیر وعظ کہہ رہے تھے۔ محمد معشوق نے اپنی قبا میں بند لگا لیا۔ بند باندھتے ہی شیخ ابوسعید خاموش ہو گئے (اُن کا زورِ تقریر ختم ہو گیا)۔ کچھ دیر کے بعد شیخ ابوسعید نے کہا کہ: اے سلطانِ زمانہ اور اے سرورِ دوراں! اپنی قبا کے بند کھول دیجیے، کیونکہ آپ نے بند لگا کر زمین و آسمان کے ساتوں طبق پر بند لگا دیے ہیں (میری زبان بھی بند کر دی ہے۔)''۔ [نفحات الانس: ص ۵۴۳]

(۲۷) فصوص الحکم شیخ اکبر محی الدین ابن عربی (م ۶۳۸ھ) کی مایۂ ناز تصنیف ہے۔ یہ تصنیفِ لطیف ستائیس ابواب پر مشتمل ہے۔ ہر باب رفص کسی ایک پیغمبر کے نامِ گرامی سے منسوب ہے۔ وحدت الوجود کی مکاشفاتی اور وجدانی معنویت پر مبنی یہ کتاب فکرِ اسلامی کی تاریخ کے ہر دور میں نہایت ممتاز اور نمایاں رہی ہے اور آج بھی اِس کی افادیت کم نہیں ہوئی۔ اِس کی تعبیر اور تفسیر میں سیکڑوں کتابیں لکھی گئیں اور ہنوز اِس کی فکری معنویت کے کئی آفاق ہمارے حیطۂ خیال کی گرفت میں نہیں آئے۔

(۲۸) تفسیرِ مدارک یا تفسیر النسفی [اصل نام: مدارک التنزیل وحقائق التاویل] ابوالبرکات عبداللہ بن محمد بن محمود حافظ الدین النسفی الحنفی کی تصنیف ہے۔ وہ نسف بلادِ سندھ کے متوطن تھے۔ ۷۱۰ھ میں فوت ہوئے اور اصفہان کے قریب ایذج کے مقام پر مدفون ہوئے۔ یوسف بن علی بدیوی نے تفسیرِ مدارک مرتب کی، جو ۱۴۱۹ھ/۱۹۹۸ء میں دار الکلم الطیب، بیروت سے شائع ہوئی۔

(۲۹) تفسیرِ بیضاوی کا اصل نام انوار التنزیل واسرار التاویل ہے۔ اُس کے مصنف ناصر الدین ابوسعید عبداللہ بن عمر بن محمد الشیرازی البیضاوی ہیں۔ وہ شیراز کے قریب البیضا میں متولد ہوئے۔ شیراز کے قاضی بھی رہے۔ وہ مسلکاً شافعی تھے۔ تفسیر کے علاوہ: المنہاج الوجیز فی اصول الفقہ اور الطوالع فی اصول الدین اُن کی معروف کتابیں ہیں۔ ۶۵۸ھ میں تبریز میں انتقال کیا اور وہیں دفن ہوئے۔ تفسیرِ بیضاوی کو محمد عبدالرحمٰن المرعشیؒ نے مرتب کیا، جو دار احیاء التراث العربی، بیروت سے ۱۴۱۸ھ اشاعت پذیر ہوئی۔

(۳۰) شرح الصدور بشرح حال الموتیٰ والقبور عبدالرحمٰن بن ابی بکر جلال الدین السیوطی (م ۹۱۱ھ) کی تصنیفِ لطیف ہے۔ عبدالمجید طعمۃ حلبی کی ترتیب وتہذیب کے ساتھ یہ کتاب ۱۴۱۷ھ/۱۹۹۶ء دار المعرفۃ، لبنان سے میں شائع ہوئی۔ اِس کا اُردو ترجمہ مفتی شجاعت علی قادری نے کیا، جو مدینہ پبلشنگ کمپنی، کراچی کے اہتمام سے ۱۹۶۹ء میں اشاعت پذیر ہوا۔

(۳۱) نسخۂ تونسہ مقدسہ میں اُن کا نام عامر بن طفیل لکھا گیا ہے۔ مکھڈ شریف کے نسخے میں کاتب نے نسخۂ اوّل کی پیروی کرتے ہوئے عامر بن طفیل ہی لکھا ہے۔ البتہ حاشیے میں اُن کا درست نام عامر بن فہیرہ لکھ دیا ہے۔ چونکہ یہ واقعہ شرح الصدور سے ماخوذ ہے، اِس لیے اِسے شرح الصدور کے مطابق درست کر دیا ہے، تاکہ یہ واقعہ اپنے صحیح تاریخی اور فکری تناظر میں نمایاں ہو سکے۔

(۳۲) "وأخرج ابن سعد والطبرانی فی الکبیر من طریق عروۃ عن عائشۃ رضی اللہ تعالی عنہا رفع عامر بن فہیرۃ إلی السماء فلم توجد جثتہ یرون أن الملائکۃ وارتہ۔ قلت والظاہر أن المراد بمواراۃ الملائکۃ تغییبہ فی السماء کما فی الروایۃ الأولی وارت جثتہ وأنزل فی علیین ویناظرہا أیضا ما أخرجہ أحمد وأبو نعیم والبیہقی عن عمرو بن أمیۃ الضمری أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعثہ عینا وحدہ قال فجئت إلی خشبۃ خبیب فرقیت فیہا وأنا أتخوف العیون فأطلقتہ فوقع فی الأرض ثم اقتحمت فانتبذت غیر بعید ثم

التـفت فلم أر خبيبا فكأنما ابتلعته الأرض فلم ير لخبيب أثر حتى الساعة فهذا خبيب بن عدى أيضا ممن وارته الملائكة إما برفع إلى السمـاء وهـو الظاهرأو بدفن فى الأرض وقد جزم أبو نعيمم برفعه أيضا فـقال عند ذكر موازنة معجزاته صلى الله عليه وسلم بمعجزات الأنبياء فإن قيل فأن عيسى رفع إلى السمـاء قـلنا وقد رفع قوم من أمة محمد نبينا عليه افضل الصلاة وأكمل التحيات كما رفع عيسى وذلك أعجب ثـم ذكر قصة عامر بن فهيرة و خبيب بن عدى و قصة العلاء بن الحضرمى السابقة فى آخر باب أحوال الموتى فى قبورهم ومما يقوى قصة الرفع إلى السماء ماأخرجه النسائى و البيهقى و الـطبـرانـى وغير هـم من حديث جابرأن طلحةأصيبت أنامله يوم أحد فقال حس فقال رسـول الله صـلـى الـلـه عليه وسلم لو قلت بسم الله لرفعتك الملائكة والناس ينظرون إليك حتى تلج بك فى جو السماء السماء۔"[شرح الصدور:ص ٢٥٢]

(٣٣)"ومـما يناسب قصة التغييب فى الحملة ما أخرجه إبـن عساكر من طوق عن عطاء الخر اسانى أ ن أويسا الـقرنى أصابه البطن فى سفر فمات فوجدوا فى جرابه ثوبين ليسا من ثياب الدنيا و فى رواية ليسا مما ينسج بنو آدم وذهب رجلان ليحفرا له قبرا فجاء فقالا قد أصبنا قبرا محفورا فى صخرة كأ نما رفعت الأيدى عنـه الساعة فكفنوه و دفنوه ثم التفتوا فلم يروا شيئا وأخرجه الإمام أحـمد فى الزهد من طريق آخر عن عبـدالـلـه بـن سلمة وفى آخره فقال بعضنا لبعض لو رجعنا فعلمنا قبره فرجعنا فإذا لا قبر ولا أثر ومما يناظر قـصة الـطير الخضرما أخرجه إ بـن عسـاكـر عـن أبى بكر بن ريان قال وقفت فى حمام الغلة بمصر وقد جـائـووا بـنعش ذى النون فرأيت طيورا خضرا ترفرف عليه إلى أن وصل به إلـى قبره فلما دفن غابت۔ وفـى كتـاب السـر المصون فيما اكرم به المخلصون لطاهر بن محمد الصدفى فى ترجمةسلامة الكنانى أحد الصالحين أنه أخبر عام موته أنه يموت فى عام كذا فى وقت كذا فمات فى ذلك الوقت وأن الطيور البيض التى ترى على جنائز الصالحين كانت ترفرف على نعشه إلى أن نزلت معه قبره وهذه العبارة تشعـربـأن ذلك معهو دا فى جنائز الصالحين غير مستغرب وفى هذا الكتاب أيضا فى ترجمة مالك بـن عـلـى القلانسى أنه لمامات ووضع على سريره للصلاة عليه رأى الناس الصحراء و الجبال وما امتد إليه البـصـر مـمـلـوء ا أنـاسـا عـليهم ثياب أشد ماتكون بياضا فصلوا عليه مع الناس"۔[شرح الصدور:ص ٢٥٣۔٢٥٢]

(٣٤) یہ حدیث مبارکہ مختلف کتابوں میں مذکور ہے۔ چند حوالے ملاحظہ ہوں:

(i)"الشهـداء سبـعة سوى الـقتـل فـى سبيـل الـلـه المطعون شهيد والغريق شهيدوصاحب ذات

الجنب شهيد والمبطون شهيد والحريق شهيد والذى يموت تحت الهدم شهيد والمرأة تموت بجمع شهيد"۔[التمهيد لما فى الموطأ من المعانى والأسانيد: أبو عمر يوسف بن عبدالله بن عبدالبر النمرى]

(ii)"الغريق شهيد والحريق شهيد والغريب شهيد والملدوغ شهيد والمبطون شهيد ومن يقع عليه البيت فهو شهيد ومن يقع من فوق البيت فتندى رجله أو عنقه فيموت فهو شهيد ومن تقع عليه الصخرة فهو شهيد والغيرى على زوجها كالمجاهد فى سبيل الله فلهاأجر شهيد ومن قتل دون ماله فهو شهيد ومن قتل دون نفسه فهو شهيد ومن قتل دون أخيه فهو شهيد ومن قتل دون جاره فهو شهيد والأمر بالمعروف والناهى عن المنكر شهيد"۔[تاريخ مدينة دمشق وذكر فضلها وتسمية من حلها من الاماثل او احتاز بنواحيها من وارديها وأهلها: الامام العالم الحافظ أبى القاسم على بن الحسن ابن هبة الله بن عبدالله الشافعى المعروف بابن عساكر: دارسة و تحقيق على شيرى، دارالفكر للطباعة والنشر والتوزيع]

(iii)"عنى على أن جابر بن عتيك أخبره: أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال وما تعدون الشهادة؟ قالوا: القتل فى سبيل الله، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم:الشهداء خمسة: المطعون والمبطون والغريق وصاحب الهدم والشهيد فى سبيل الله"۔ [متفق عليه]

(iv)"عن أبى هريرة رضى الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : ما تعدون الشهداء فيكم؟ قالوا: يارسول الله، من قتل فى سبيل الله فهو شهيد، قال: إن شهداء أمتى إذا لقليل! قالوا: فمن هم يا رسول الله ؟ قال :من قتل فى سبيل الله فهو شهيد، ومن مات فى سبيل الله فهو شهيد، ومن مات فى الطاعون فهو شهيد، ومن مات فى البطن فهو شهيد، والغريق شهيد"۔[مسلم]

(v)"عن عبدالله بن عمرو بن العاص رضى الله عنهما، قال:قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من قتل دون ماله فهو شهيد"۔ [متفق عليه]

(vi)"عن محمد بن عبدالله بن عتيك، عن أبيه، عن رسول الله صلى الله عليه وسلم فيمن خرج مجاهدا فى سبيل الله ، قال: فإن لسعته دابة، أوأصابه كذا و كذا، فهو شهيد "۔[شرح السنة للبغوى]

(vii)"أخبرنامحمد بن رافع ومحمد بن إسمعيل بن إبراهيم قالا حدثنا سليمان يعنى ابن دائود الهاشمى قال حدثنا إبراهيم عن أبيه عن أبى عبيدة بن محمد بن عمار بن ياسر عن

طلحة بن عبد الله بن عوف عن سعيد بن زيد قال ،قال رسول الله صلى الله عليه و سلم من قتل دون مالـه فهو شهيد ومن قتل دون أهله فهو شهيد ومن قتل دون دينه فهو شهيد ومن قتل دون دمه فهو شهيد" ۔[سنن النسائی بشرح السیوطی وحاشیة السندی : أبوعبدالرحمن أحمد بن شعيب النسائي: دار المعرفة بيروت: الخامسة ١٤٢٠ه]

(۳۵) اِس واقعے میں جن کا ذکرِ خیر ہوا ہے، وہ بزرگ حسین بن خارجہ تھے۔ اُن کی روایت سے یہ واقعہ اولاً حاکم نے المستدرک میں بیان کیا ہے اور بعدازاں یہ شرح الصدور میں نقل ہوا ہے۔ متن ملاحظہ ہو:"وأخرج الحاكم عن حسين بن خارجة قال لماجاء ت الفتنة الأولى أشكلت علي فقلت اللهم أرني من الحق أمرا أتمسك به فأريت فيما يرى النائم الدنيا و الآخرة وكان بينهما حائط غير طويل و إذ أنا تحته فقلت لو تسلقت هذا الحائط حتى أنظر إلى قتلى أشجع فيخبروني قال فانهبطت بأرض ذات شجر فإذا بنفر جلوس فقلت أنتم الشهداء قالوا نحن الملائكة قلت فأين الشهداء قالوا تقدم إلى الدرجات فارتفعت درجة ا لله أعلم بها من الحسن والسعة فاذا أنا بمحمد صلى الله عليه وسلم واذا ابراهيم شيخ و إذا هو يقول لإبراهيم إستغفرلأمتي و إذا إبراهيم يقول إنك لا تدري ماأحدثوا بعدك أهرقوا دماء هم وقتلو إمامهم فهلا فعلوا كما فعل سعد خليلي فقلت والله لقد رأيت رؤيا لعل الله أن ينفعني بها أذهب فأنظر كيف كان مكان سعدفأكون معه فأتيت سعدا فقصصت عليه القصة فماأكثر بها فرحا وقال لقد خاب من لم يكن إبراهيم خليله قلت مع أي الطائفتين أنت قال ماأنا مع واحدة منهما قلت فماتأمرني قال ألك غنم قلت لا قال فاشتر شياها و كن فيها حتى تنجلي"۔ [شرح الصدور:ص٢٥٦]

(۳۶) الروم:٤١

(۳۷) خواب اور اِس کی یہ معنوی اور فکری تعبیر شرح الصدور کے مندرجات کی خوشبو سے معطر ہے۔ اِس خوشبو کے متعاقب پھول کی طرف مراجعت کے لیے ملاحظہ ہو:"قال الشيخ عزالدين بن عبدالسلام في روح اليقظة أجرى الله العادة أنها إذا كانت في الجسد كان الإنسان مستيقظا فإذاخرجت من الجسد نام الإنسان ورأت تلك الروح المنامات إذا فارقت

الجسد فإذا رأتها فی السماوات صحت الرویا إذ لا سبیل للشیطان إلی السماوات و إن رأتها دون السماوات کانت من إلقاء الشیطان فإن رجعت إلی الجسد إستیقظ الإنسان کما کان" ۔[شرح الصدور:ص٢٦٦]

(۳۸) یہ ملفوظِ گرامی مختلف احادیثِ مبارکہ سے مستفاد ہے۔ چند حوالے ملاحظہ ہوں۔

(i)"عن معاویة بن أبی سفیان أن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال: خیر الأسماء عبد الله وعبدالرحمن وحارث وهمام حارث یحرث لدنیاه، وهمام یهم بالخیر وشرالأسماء حرب ومرة وهذا مما قلنا من باب الفال لأنه صلی الله علیه وسلم کان یعجبه الاسم الحسن والفال الحسن وکان یکره الاسم القبح، لأنه یتفاء ل بالحسن من الأسماء"۔[التمهید لمافی الموطأ من المعانی والأسانید: أبوعمر یوسف بن عبدالله بن عبدالبر النمری :مصطفی بن أحمد العلوی(تحقیق): وزارة عموم الأوقاف والشؤون الإسلامیة : ١٣٨٧ه]

(ii)"عن سبرة بن أبی سبرة أن اباه أتی النبی صلی الله علیه وسلم فقال ما ولدك فقال عبدالعزی وسبرة والحارث قال لاتسم عبدالعزی وسم عبدالله فإن خیر الأسماء عبدالله وعبیدالله والحارث وهمام ودعا لولده فما زالوا فی شرف إلی الیوم"-[المعجم الکبیر:ج ٢٢:ص ٢٩٥: ح ٧٥٣]

(۳۹) یہ واقعہ بھی شرح الصدور میں مذکور ہے۔ اِس کا متن ملاحظہ ہو:"وأخرج الحاکم عن معمر قال حدثنی شیخ لنا أن إمرأة جاء ت إلی بعض أزواج النبی صلی الله علیه وسلم فقالت لها أدعی الله أن یطلق لی یدی قالت وماشأن یدك قالت کان لی أبوان فکان أبی کثیر المال والمعروف ولم یکن عند أمی شی ء من ذلك لم أرها تصدقت بشی ء غیر أنا نحرنا بقرة فأعطت مسکینا شحمة وألبسته خرقة فماتت أمی ومات أبی فرأیت أبی علی نهر یسقی الناس فقلت یاأبتاه هل رأیت أمی قال لا فذهب ألتمسها فوجدتها قائمة عریانة لیس علیها إلا تلك الخرفة وفی یدها تلك الشحمة وهی تضرب بها فی یدها الأخری ثم تمض أثرها وتقول واعطشاه فقلت یا أماه ألا أ سقیك قالت بلی فذهبت إلی أبی فأخذت من عنده إناء فسقیتها فنبه بی بعض من کان عندها فأتی فقال من سقاهاأشل الله یده فاستیقظت وقد شکت یدی"۔

[شرح الصدور:ص٢٦٦]

(۴۰) الکہف ۱۹: ۱۱۰

(۴۱) شاہ عبدالحق محدث دہلوی، محرم ۹۵۸ھ جنوری ۱۵۵۱ء میں پیدا ہوئے۔ اُنھوں نے ابتدائی تعلیم اپنے والدِ گرامی سیف الدین دہلوی بخاری قادری سے حاصل کی۔ ۱۸ سال کی عمر میں علوم عقلی ونقلی کی تحصیل سے فارغ ہو گئے۔ اُنھوں نے ہندوستان میں حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تدریس اور ترویج کے لیے بے پناہ خدمات انجام دیں۔ وہ شاعر بھی تھے اور حقی تخلص کرتے تھے۔ ۲۔ ربیع الثانی ۱۰۵۲ھ/ ۳۰۔ جون ۱۶۴۲ء کو وفات پائی اور دہلی میں حوض شمسی کے قریب مدفون ہوئے۔ اہم کتابیں: لمعات التنقیح فی شرح مشکوٰۃ المصابیح، اشعۃ اللمعات فی شرح المشکوٰۃ، مدارج النبوۃ، جذب القلوب الی دیار المحبوب، ذکر الملوک، زاد المتقین فی سلوک طریق الیقین، زبدۃ الآثار، اخبار الاخیار فی اسرار الابرار وغیرہ

(۴۲) اخبار الاخیار [اصل نام: اخبار الاخیار فی اسرار الابرار] برِصغیر پاک و ہند کے مشائخ اور صوفیہ کے احوال وآثار پر مبنی نہایت ہی اہم اور مستند تذکرہ ہے۔ زمانی اعتبار سے صوفیائے کرام کے احوال کو تین طبقات میں منقسم کیا گیا ہے۔ طبقۂ اول میں خواجۂ بزرگ حضرت معین الدین چشتی اجمیری سے لے کر شیخ فخر الدین تک بیس صوفیہ کے احوال لکھے گئے ہیں۔ طبقۂ دوم بابا فرید گنج شکر سے لے کر مولانا احمد حافظ تک تینتالیس صوفیہ کے احوال وآثار کو محیط ہے۔ طبقۂ سوم شیخ نصیر الدین چراغِ دہلی سے مولانا احمد بخشی تک ایک سو بانوے صوفیہ کے احوال پر مشتمل ہے۔ اِن طبقات کے علاوہ: اِس میں چودہ مجاذیب اور پانچ خواتین اولیا کے احوال بھی شامل ہیں۔ یہ تذکرہ اصلاً فارسی میں ہے۔ دوبار دہلی سے اشاعت پذیر ہوا۔ ڈاکٹر علیم اشرف خاں نے اِس کا انتقادی متن مرتب کیا، جو ۲۰۰۴ء میں تہران سے شائع ہوا۔ اِس کا اردو ترجمہ بھی چھپ چکا ہے۔

بسم الله الرحمن الرحیم

حمد مجید و سپاس بیقیاس مر خالقی را که ساحت هستی بنیاد
نیستی گذاشته و نیستی را بصورت هستی جلوه گر نموده
سبحان الله هستی عین نیستی است و نیستی پایه هستی
نظم: تا تو نیستی هستی خود ای پسر نیستی و هستی و نیستی چو گند
گذشته ز نیست هستی را نمود اصل هستی نیستی شد و نمود
این معانی خارج از تقریر است این عبارت خارج از تحریرات
فهم کامل عاجز است اندر کنه این عاقلان معقول است کرده اند ازین
درود مجید و صلوات نامتناهی بر آن مظهر اتم و رسول اکرم
صلی الله تعالی علیه و سلم و بر آل و اصحاب وی رضی الله تعالی عنهم اجمعین
باد که هادی طریق هدایت و رهنمای گم گشتگان بادیه ضلالت اند
و رحمت و عنایت شامل حال تابعین و تبع تابعین باد که
پیرو و جانشین ایشان اند اما بعد این عاصی پر از تقصیر

تقصیر خاک ره مجد کامگار داخوی محمد نور الدین نقشبندی
الحسینی الحصاری که یکی از غلامان درگاه آسمان جاه حضرت
غریب نواز یعنی نظام الملک والدین است در بلده فاخره خجسته
بنیاد که از بلاد دکن مشهور و معروف است مسکن و ماوا و مولد
و منشا است هر دو بار در رکاب اقدام آنحضرت بدولت ملازمت ... بوده ام
و سعادت دارین حاصل نموده ام و مشتاق الله حضرت ... کلیم الله
... پیران ... دستگیر ... [illegible]
مخلوقه پادشاهی ... هند است تشریف ... [illegible]
و تمنای قدمبوسی بعد مجدد و برادرم محمد نور الله ... علیه الرحمه اکثر
اوقات از فرط محبت و غلبه شوق قصه ... در دلی میکرد اما از
بسکه الف ... ره جهار با ... حضرت غریب نواز در دولت
جدائی آنحضرت نشانی نمیشود ... نمیشد از خجسته بنیاد بر آمدن
مستطاع نبود که اگر تشریف برده و حضرت خواجه غریب نواز بتقریبی سمت
دهلی شود و در رکاب سعادت آنحضرت ... شده ... قدم
بر حضرت ... مرتبت خود را رسانیده و این خاکسار ...

[illegible] عفی عنه

آغاز کتاب مستطاب مجالس کلیمی

بسم الله الرحمن الرحیم

مجلس اول روز یکشنبه تاریخ بیست و [illegible] ربیع الاول سنه ١١٣٢ دولت سعادت قدمبوسی حاصل شد

شفقت و عنایت بلا نهایت بحال عاجز فرمودند و در حریت حضرت صاحب قبله غریب نواز

حضرت نظام الملک و الدین استفسار فرمودند بعد از بشکر این جرو اهن [illegible] الحمد لله امر [illegible] او صحیح

الفرنج و تندرست اند آمدن خاک ار اینجا بجا برادر [illegible] اتفاق واقع شده قصد خدمت

چنان بود که از دو سه منزل رخصت شده [illegible] بسیار دریا نگردد رخصت [illegible] یافته و بلد قصد

هندوستان اتفاق افتاد و [illegible] حضرت غریب نواز [illegible] فرزند که شما خود

مکتوب [illegible] احوال را اخبار [illegible] اشتیاق

قدمبوسی اخوی [illegible] که آنحضرت برادر پیر آئینه

ضمیر منیر مهر تنویر خداوند نعمت [illegible] فضل [illegible] اشتیاق شما برود برادر [illegible]

چنانچه بود که اشتیاق دیدن شیخ [illegible] عاجز اخوی علیه

الرحمه فرمودند رقت عظیم بر خاک ار طاری شد [illegible] اختیار گریه [illegible] رخصت

رخصت یافت الحمد لله علی ذلک مجلس دوم روز جمعه تاریخ چهارم ماه ربیع الثانی سنه

مذکور دولت پابوسی حاصل شد عزیزی [illegible] فرخ سیر پادشاه هندوستان

که از مقدمات سلطنت بسیار غافل [illegible] الاول نیت فرمودند

که عالمگیر [illegible] بادشاه [illegible] این نقل عنایت

کردند که حضرت شیخ ما شیخ [illegible] زیارت حرمین الشریفین زاد هما الله

شرفا با جازت والده ماجده خود تشریف فرموده [illegible] اقامت

داشتند وعده نمودند که بعد فراغ حج و زیارت [illegible] حضرت [illegible] مصاحبت

خواهم کرد بعد اداء حج [illegible] مدینه سکینه [illegible] تمام روضه شریفه حاصل

شده بود طاقت مفارقت [illegible] والده [illegible] داشتند [illegible]

[illegible] شیخ عثمان

[illegible] درویش [illegible] با اصحاب خود در آن مکان تشریف آورده [illegible]

استادند شیخ مذکور در نهایت [illegible] و عمامه [illegible]

بر سر و یاران ایشان [illegible] استاده

[illegible]

مجالس کلیمی [illegible] کتب خانه [illegible]

کتابیات:

قرآنِ کریم:

سنن ابن ماجہ:

شرح السنۃ للبغوی:

مسلم شریف:

اخبار مکۃ وما جاء فیھا من الآثار: ابوالولید محمد بن عبداللہ بن احمد بن محمد: رشدی الصالح ملحس (تحقیق): دار الندلس للنشر، بیروت

اخبار الاخیار فی اسرار الابرار: شاہ عبدالحق محدث دہلوی/علیم اشرف خان (مرتب): انجمن آثار و مفاخر فرہنگی، تہران: ۱۳۸۳

التمھید لما فی الموطأ من المعانی والأسانید: أبو عمر یوسف بن عبداللہ بن عبدالبر النمری: مصطفیٰ بن أحمد العلوی (تحقیق): وزارۃ عموم الأوقاف والشؤون الإسلامیۃ: ۱۳۸۷ھ

المستدرک علی الصحیحین: أبو عبداللہ الحاکم محمد بن عبداللہ بن محمد (مؤلف): مصطفیٰ عبدالقادر عطا (تحقیق): دار الکتب العلمیۃ، بیروت: ۱۴۱۱ھ/۱۹۹۰ء

المعجم الکبیر

تاریخ مدینۃ دمشق وذکر فضلھا وتسمیۃ من حلھا من الاماثل او اجتاز بنواحیھا من واردیھا وأھلھا: الامام العالم الحافظ أبی القاسم علی بن الحسن ابن ھبۃ اللہ بن عبداللہ الشافعی المعروف بابن عساکر: دارسۃ وتحقیق علی شیری، دار الفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع

تاریخِ مشائخِ چشت: خلیق احمد نظامی: ادارۂ ادبیات، دہلی: ۱۹۸۴ء

سنن النسائی بشرح السیوطی وحاشیۃ السندی: أبو عبدالرحمٰن أحمد بن شعیب النسائی: دار المعرفۃ بیروت: الخامسۃ ۱۴۲۰ھ

شرح الصدور بشرح حال الموتیٰ والقبور: عبدالرحمٰن بن ابی بکر جلال الدین السیوطی/عبدالمجید طعمۃ حلبی (مرتب): دار المعرفۃ، لبنان

شرح الصدور بشرح حال الموتی والقبور :عبدالرحمٰن بن ابی بکر جلال الدین السیوطی رمفتی شجاعت علی قادری (مترجم):مدینہ پبلشنگ کمپنی، کراچی: ۱۹۶۹ء

فہرستِ مشترک نسخہ ہای خطی فارسی پاکستان (جلد سوم):مرکزِ تحقیقاتِ فارسی ایران وپاکستان،اسلام آباد: بارِاول ۱۹۸۴ء

مجالسِ کلیمی (قلمی):خواجہ محمد کامگار خاں حسینی:نسخہ مخزونہ مکھڈ شریف

مجالسِ کلیمی (قلمی):خواجہ محمد کامگار خاں حسینی:نسخہ مخزونہ تونسہ مقدسہ

ملفوظاتی ادب کی تاریخی اہمیت :ادارہ تحقیقاتِ پاکستان دانشگاہِ پنجاب، لاہور: ۱۹۹۵ء

نفحات الانس :مولانا عبدالرحمٰن جامی رشمس بریلوی (مترجم):مدینہ پبلشنگ کمپنی، کراچی: اول جون ۱۹۸۲ء

اظہارِ تشکر: عربی کتب اور مشاکلہ ویب سائٹ سے استفادے کے لیے ڈاکٹر غلام یوسف [علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد] کی معاونت حاصل رہی۔ راقم ان کا شکر گزار ہے۔

اشاریہ

اشخاص:

کتاب ہا:

اماکن:

مرتب کی دیگر کتابیں

مطبوعہ:

جمیل الدین عالی کی نثر نگاری :پاکستان رائٹرز کوآپریٹو سوسائٹی، لاہور:۱۹۹۳ء

خونابۂ دل [اصغر بریلوی کا کلام۔تدوین بہ اشتراک]:پنجابی ادبی سنگت، اٹک:۱۹۹۶ء

ڈاکٹر غلام جیلانی برق کے خطوط :حسنین پبلی کیشنز، لاہور:۱۹۹۹ء

ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی۔سوانح اور کتابیات :پنجابی ادبی سنگت، اٹک:۲۰۰۵ء

تدریسِ ادب [سیمینار میں پڑھے گئے مقالات کی ترتیب و تہذیب۔بہ اشتراک]:شعبۂ اردو، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد:۲۰۰۷ء

ڈاکٹر جمیل جالبی۔شخصیت و فن :اکادمی ادبیاتِ پاکستان، اسلام آباد:۲۰۰۷ء

افتخار عارف۔شخصیت و فن :اکادمی ادبیاتِ پاکستان، اسلام آباد:۲۰۰۹ء

خیر الاذکار فی مناقب الابرار [خواجہ نور محمد نارووالہ کے ملفوظات کی تدوین مع حواشی و تعلیقات]:ادبی بیٹھک، واہ کینٹ:۲۰۱۰ء

بارہ ماہیۂ نجم [حاجی نجم الدین سلیمانی کے بارہ ماہیے کی تدوین مع حواشی و تعلیقات]:الفتح پبلی کیشنز، راولپنڈی:۲۰۱۲ء

محرابِ تحقیق :ادارہ یادگارِ غالب، کراچی:۲۰۱۲ء

مغل سرائے [علی رضا حسن کی طویل نظم کا اردو ترجمہ۔بہ اشتراک]:ادارہ یادگارِ غالب، کراچی:۲۰۱۵ء

سید انیس شاہ جیلانی کے خطوط :ادارہ فروغِ معارفِ نظامیہ، اسلام آباد:۲۰۱۵ء

انتخاب کلامِ اصغر گونڈوی :اوکسفرڈ پریس، کراچی:۲۰۱۶ء

''مجالسِ کلیمی مختلف اور متنوع رنگوں سے مزین ہے۔ اِس میں زندگی اور اِس کے رنگا رنگ موسموں کی بہار دیدنی ہے۔ اِس مجموعے میں گنجینۂ معانی کی فکری اپیل بھی ہے اور مشاہداتی اور وجدانی رنگوں کی بہار بھی؛ اِس میں تاریخی منظرنامے بھی ہیں اور سیاسی احوال کی عکس اندازی بھی؛ ماضی کا تذکرہ بھی ہے اور مستقبل کی منظر آرائی بھی؛ زندگی کے معاشرتی رویے بھی ہیں اور فکری تلازمے بھی؛ محبت کا رنگ بھی ہے اور تربیت کا آہنگ بھی۔ یہ مجموعہ معنوی اختصار اور فکری جامعیت کی عمدہ مثال ہے۔ خواجہ کامگار حسینی نے چودہ مجالس میں شاہ کلیم اللہ جہاں آبادی کی خانقاہ میں گل افشانیِ گفتار کے اتنے رنگ محفوظ کیے ہیں کہ اِن سے سلسلۂ چشتیہ کے طریقۂ تدریس اور نظامِ تربیت کی ہمہ گیری کے مناظر منعکس ہوتے ہیں۔ شیخ کی گفتگو زندگی کے ظاہری اور داخلی رویوں کو کس طرح ایک نقطۂ اتصال پر منعکس کرتی ہے؟ اِس کی جمالیاتی توجیہہ کے متنوع مناظر اِس مجموعے کی مجالس میں جابجا بکھرے ہوئے ہیں۔ بے رنگی کی وجدانی اور مشاہداتی تعبیر جب رنگا رنگ مناظر کے کینوس پر بکھرتی ہے تو زندگی کے ہمہ گیر رویوں کو اپنی گرفت میں لے لیتی ہے۔ اِس سے معاشرے پر سلسلۂ چشتیہ کی فکری اور روحانی اثر اندازی کے رنگ دیکھے جا سکتے ہیں۔ بادشاہوں کے دربار سے دوری اور اُن کے حسنِ سلوک سے بے نیازی: معاشرتی اور سماجی زندگی میں اِس سلسلے کا طرۂ امتیاز ہے۔ یہ سلسلہ عوامی زندگی کو اپنے دامن میں یوں سموئے ہوئے ہے کہ اِس کی بدولت انکسار اور عجز و نیاز کے خوش رنگ قافلے انفس و آفاق کی سیر کے لیے رواں دواں رہتے ہیں اور اِن سے انکسارِ ذات کے رنگ بھی بکھرتے ہیں اور اثباتِ ذات کے موسم بھی طلوع ہوتے ہیں۔''

عبدالعزیز ساحر